www.KitaboSunnat.com
رزق اور اُس کی دعائیں
پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی
دار النور اسلام آباد

رزق اور اس کی دعائیں

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور، اسلام آباد
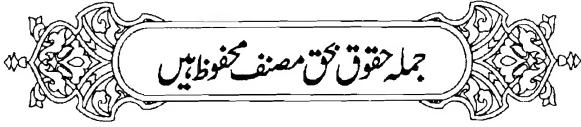
اشاعت ——— مارچ 2015ء
قیمت ——— -/150 روپے
اہتمام ——— قدوسیہ اسلامک پریس
Tel # 042-37230585

پاکستان میں ملنے کے پتے

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
Tel # +92-42-37351124 , +92-42-37230585
E-mail: maktaba_quddusia@yahoo.com

دار النور
اسلام آباد
Mobile: 0333-5139853 , 0321-5336844

متحدہ عرب امارات میں ملنے کا پتہ

دار السلام، شارجہ
Phone: 00971 6 5632623
Fax: 5632624

سعودی عرب میں ملنے کا پتہ

دار الفرقان
الریاض سعودی عرب
Phone & Fax: 4354686
Mobiles: 0507419921-0508176378
0553093117

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

پیش لفظ

-ا-

اللہ تعالیٰ کا ہی کائنات کے تمام خزانوں کا مالک و مختار ہونا

-ب-

صرف اللہ تعالیٰ کا رازق ہونا

-د-

رزق میں وسعت اور تنگی کا فقط مشیئتِ الٰہی سے ہونا

سات دلائل:

-ہ-

اکیلے رب ذوالجلال سے رزق طلب کرنا

دو دلائل:

-و-

رزق طلب کرنے کے لیے دعائیں

ا: ابراہیم علیہ السلام کی رزقِ اولاد کے لیے تین دعائیں:

ب: موسیٰ علیہ السلام کی دو دعائیں:

ج: عیسیٰ علیہ السلام کی دعا:

د: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس دعائیں:

i: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے لیے کی ہوئی دعائیں:

اس دعا کی قدر و منزلت:

ii: آنحضرت ﷺ کی دوسروں کو بتلائی ہوئی دعائیں:

-ز-

تنبیہات

پیشِ لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

انسانوں کا ایک بہت بڑا مسئلہ رزق کا معاملہ ہے۔ کائنات کے تمام خزانوں کے تنہا مالک اور اُن میں بلا شرکت غیرے تصرف کرنے کا حق و اختیار رکھنے والے بلاشک وشبہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہیں۔ وہ ہی تمام مخلوق کو اپنی مشیئت سے جس قدر، جیسے اور جب چاہیں رزق دیتے ہیں۔

وہ رزق کے عطا کرنے میں کسی سبب کے محتاج نہیں، لیکن انہوں نے اپنی حکمت سے حصولِ رزق کے کچھ معنوی و مادی اسباب بنا رکھے ہیں۔ انہی معنوی اسباب میں سے ایک نہایت موثر، انتہائی زوردار اور بہت بڑی قوت والا سبب [دعا] ہے۔

اس کتاب میں توفیقِ الٰہی سے قرآن وسنت کی روشنی میں رب کریم کے رزّاق ہونے اور حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رزق طلب کرنے کے حوالے سے کچھ باتوں اور دعاؤں کو ترتیب دینے کی عاجزانہ کوشش کی جارہی ہے۔

کتاب کی تیاری میں پیشِ نظر باتیں:

توفیقِ الٰہی سے درجِ ذیل باتوں کے اہتمام کی کوشش کی گئی ہے:

ا: کتاب کے لیے بنیادی معلومات قرآن وسنّت سے حاصل کی گئی ہیں۔

۲: احادیثِ شریفہ کو عام طور پر اُن کے اصلی مآخذ و مراجع سے نقل کیا گیا ہے۔

۳: صحیحین کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث سے نقل کردہ احادیث کے متعلق علمائے حدیث کے اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ صحیحین کی احادیث کی صحت پر اجماعِ امت کے پیشِ نظر اُن کے متعلق اب اہلِ علم کے اقوال ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ [1]

۴: آیات و احادیث سے استدلال کرتے وقت کتبِ تفسیر اور شروحِ حدیث سے استفادے کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے۔

۵: رزق طلب کرنے کی دعائیں راقم السطور کی کتاب [رزق کی کنجیاں] کے زیرِ طبع ایڈیشن سے نقل کی گئی ہیں۔ البتہ وہاں یہ دعائیں قدرے تفصیل اور اس کتاب میں قدرے اختصار سے ہیں۔

۶: کتاب کے آخر میں مصادر و مراجع کے متعلق تفصیلی معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

کتاب کا خاکہ:

توفیقِ الٰہی سے کتاب کو درجِ ذیل سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(ا) اللہ تعالیٰ کا ہی کائنات کے تمام خزانوں کا مالک ہونا۔

(ب) صرف اللہ تعالیٰ کا رازق ہونا۔

(ج) اللہ تعالیٰ کا کائنات کی ہر چیز کا رازق ہونا۔

(د) رزق میں وسعت اور تنگی کا صرف مشیئتِ الٰہی سے ہونا۔

(ہ) اللہ وحدہٗ لاشریک سے ہی رزق کا طلب کرنا۔

(و) رزق طلب کرنے کے لیے چھبیس دعائیں۔

---

[1] تفصیل کے ملاحظہ ہو: مقدمة النووي لشرحه على صحيح مسلم ص ١٤؛ و نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر للحافظ ابن حجر ص ٤٩.

(ز) تنبیہات:

ا: رزق کے حصول کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا۔

۲: دعاؤں کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹوں کو دُور کرنا۔

۳: قبولیتِ دعا کے اسباب کا اہتمام کرنا۔

۴: دعاؤں کے ثمرات کے بارے میں مایوس نہ ہونا۔

شکر و دعا:

رب رزاق ذوالقوۃ المتین کا مخلوق کی گنتی، اُن کے نفس کی خوش نودی، اُن کے عرشِ کریم کے وزن اور اُن کے عظیم کلمات کی سیاہی کے بقدر شکر گزار ہوں، کہ انہوں نے محض اپنے فضل و کرم سے اس نہایت ہی ضروری موضوع کے متعلق یہ حقیر اوراق ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائی۔

اپنے قابلِ صد احترام بزرگوار والد مکرم اور نہایت ہی پیاری والدہ محترمہ کے لیے شکر گزار اور دعا گو ہوں، کہ انہوں نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا.

میری مصروفیات کا خوب خیال رکھنے اور خوب خدمت کرنے پر اہلیہ محترمہ، بیٹوں اور بہوؤں کے لیے دعا گو اور شکر گزار ہوں۔

کتاب کی تیاری میں حسنِ تعاون پر عزیزان القدر حافظ حماد الٰہی اور حافظ سجاد الٰہی کے لیے دعا گو ہوں۔

محبت و اخلاص اور نہایت باریک بینی سے کتاب کی مراجعت کے لیے اپنے بھائی اور دوست محترم میاں محمد شفیع ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج (ر) اور عزیز القدر شیخ عمر فاروق قدوسی کے لیے شکر گزار اور دعا گو ہوں۔

ربِّ کریم ان سب حضرات و خواتین کو اس کتاب کے اجر و ثواب میں شریک

فرمائیں۔ إِنَّهٗ جَوَّادٌ كَرِيْمٌ.

رب العالمین اس کتاب کو میرے لیے، اس میں تعاون کرنے والوں اور قارئین کے لیے دین و دنیا کی سعادت کا سبب بنائیں۔ إِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ.

فضل الٰہی

1:30 بجے بعد از نمازِ ظہر، بروز جمعرات

۱۱ صفر 1436ھ، بمطابق 4 دسمبر 2014ء

اسلام آباد

نوٹ:

اس طبع میں سابقہ طبع کی غلطیوں کی مقدور بھر اصلاح کی توفیقِ الٰہی سے کوشش کی گئی ہے،

خصوصاً درج ذیل دو غلطیاں:

ا: ص ۳۸، نیچے سے دوسری سطر میں آیت کریمہ میں خطا [1]

ب: ص ۴۲، سطر نمبر ۸ میں آیت کریمہ میں خطا [2]

فضل الٰہی

1-55 بعد از نمازِ ظہر، بروزِ بدھ

12 جمادی الاُولیٰ 1436ھ، بمطابق 4 مارچ 2015ء

اسلام آباد

---

[1] سابقہ ایڈیشن میں غلطی سے کمپوز ہوا [یشآءَ] اس ایڈیشن میں درست تحریر کردہ [تَشَآءُ]

[2] سابقہ ایڈیشن میں غلطی سے کمپوز ہوا: (إِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ كَانَ خَبِيْرًا بَصِيْرًا) اس ایڈیشن میں درست تحریر کردہ: (إِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا)

-۱-

اللہ تعالیٰ کا ہی کائنات کے تمام خزانوں کا مالک ومختار ہونا

قرآن کریم کی متعدد آیات اس حقیقت کو دوٹوک الفاظ میں بیان کرتی ہیں، کہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ اُن میں تصرف کرنے کا حق واختیار بھی اُن ہی کے پاس ہے۔ اُن کی ملکیت اور استعمال میں کوئی بھی اُن کا شریک، ساجھی، ساتھی، مثیل اور نظیر نہیں۔

تین دلائل:

ذیل میں توفیقِ الٰہی سے تین آیات کے حوالے سے گفتگو کی جارہی ہے:

ا: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَلِلَّهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلٰـكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ [1]

[اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں اور لیکن منافق نہیں سمجھتے]۔

آیتِ کریمہ کے حوالے سے تین باتیں:

i: آیتِ کریمہ کے پہلے جملے:

[وَلِلَّهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ]

میں تقدیم وتاخیر ہے۔

جملے کی معمول کے مطابق ترکیب [خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لِلّٰهِ] ہوتی

[1] سورة المنافقون/ جزء من الآية ٧.

ہے۔ تقدیم و تاخیر کے سبب جملے میں حصر کی وجہ سے، درجِ ذیل دو معانی ہیں:

ا: آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

ب: آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے نہیں ہیں۔

اور دونوں معانی کو ملانے سے حسبِ ذیل معنیٰ ہوگا:

[آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں]۔

ii: آیتِ شریفہ کے دوسرے جملے:

(وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ)

سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ پہلے جملے میں بیان کردہ حقیقت کو نہ سمجھنا منافقین کا وصف ہے۔

کوئی ایمان والا شخص یہ کیسے گوارا کرے گا، کہ اس میں منافقین والا وصف ہو؟ ربِّ کریم ہمیں اور ہماری نسلوں کو اس بُرے وصف سے محفوظ رکھیں۔ إِنَّهُ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ.

iii: جب کائنات کے تمام خزانوں کے اللہ تعالیٰ ہی بلا شرکت غیرے مالک ہیں، تو رزق دینے اور نہ دینے میں کسی اور کو کیسے دخل ہوسکتا ہے؟ شیخ سعدی لکھتے ہیں:

''پس وہ جسے چاہتے ہیں، رزق دیتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں، روک لیتے ہیں۔ جس کے لیے چاہتے ہیں، (رزق کے) اسباب کو آسان کر دیتے ہیں اور جس کے لیے چاہتے ہیں، انہیں مشکل بنا دیتے ہیں۔''[1]

۲: ارشادِ ربانی:

﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾[2]

[اُن ہی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں]۔

---

[1] تفسير السعدي ص ٨٦٥.

[2] سورة الزمر/ جزء من الآية ٦٣.

آیتِ شریفہ کے حوالے سے پانچ باتیں:

i: سابقہ آیتِ کریمہ کی طرح اس آیتِ شریفہ میں بھی تقدیم و تاخیر کی بنا پر حصر ہے اور جملے کے حسبِ ذیل دو معانی ہیں:

ا: اُن کے لیے آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں۔

ب: اُن کے سوا کسی اور کے پاس آسمانوں اور زمین کی چابیاں نہیں۔

اور دونوں معانی کو ملانے سے معنیٰ درجِ ذیل ہے:

[اُن ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں۔]

ii: سابقہ آیتِ شریفہ میں بیان کردہ بات کے علاوہ اس آیت کریمہ میں ایک مزید بات یہ ہے، کہ کائنات کے خزانوں میں اُن کے سوا کسی کو تصرف اور دخل اندازی کا حق و اختیار نہیں۔ جب اُن خزانوں کی چابیاں اُنہی کے پاس ہیں، تو کوئی دوسرا کیسے اور کیونکر اُن میں دخل دے سکتا ہے؟ [1]

iii: جب آسمانوں اور زمین کی چابیاں اُن کے سوا کسی اور کے پاس نہیں، تو رزق دینے یا نہ دینے میں اُن کے سوا کسی اور کی مشیئت اور چاہت کا کیا دخل ہو سکتا ہے؟

ربِّ کریم نے سورۃ الشوریٰ میں اس جملے کے بعد خود ہی اس حقیقت کو واضح فرما دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [2]

[اُن ہی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔ جس کے لیے

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ٢/٣٣٠؛ و تفسير أبي السعود ٧/٢٦١.

[2] سورة الشورٰى/ الآية ١٢.

چاہتے ہیں، رزق کو فراخ کر دیتے ہیں اور (جس کے لیے چاہتے ہیں،)
تنگ کر دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں]۔

iv: اس آیتِ کریمہ میں ربِّ کریم نے (إِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ) [بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں] فرما کر [رزق کی کشادگی اور تنگی کرنے] کے معاملے میں یکتا اور منفرد ہونے کی علّت اور وجہ کو بھی بیان فرما دیا، کہ کائنات میں نہ تو کوئی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے اور نہ ہی کسی کو [رزق کی وسعت اور تنگی کرنے] کا حق حاصل ہے۔ [1]

v: ربِّ کریم نے (لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضِ) ایک مرتبہ نہیں، بلکہ دو دفعہ فرمایا۔ کسی حقیقت کی قطعیت کے لیے اُن کا ایک بار فرمانا ہی بہت کافی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ایک ہی بات دو مرتبہ فرمائیں، تو اس کا حتمی اور اٹل ہونا کس قدر ہوگا!

۳: ارشادِ ربانی:

﴿وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ [2]

[اور جن کو تم اُن کے سوا پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں]۔

آیتِ شریفہ کے حوالے سے دو باتیں:

i: [قِطْمِيْر] سے مراد کھجور کی گٹھلی کے اُوپر لفافے کی مانند موجود باریک چھلکا۔ [3]

ii: جب اللہ تعالیٰ کے سوا (تمام مخلوق میں سے تمام پکارے جانے والے کھجور کی) گٹھلی کے اوپر موجود باریک چھلکے کے بھی مالک نہیں، تو پھر وہ اپنے سے مانگنے والے

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۸/۲۵.

[2] سورۃ فاطر/ جزء من الآیة ۱۳.

[3] ملاحظہ ہو: المعجم الوسیط، مادۃ "قطمیر"، ۲/۷٤۷. نیز ملاحظہ ہو: مختار الصحاح، مادۃ "ق ط م ر"، ص ۳۹۸؛ و تفسیر البیضاوي ۲/۲۷۰؛ و تفسیر أبي السعود ۷/۱٤۸.

نادان لوگوں کو کیا دیں گے؟

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کے مالک تنہا ربّ ذوالجلال ہیں۔ اُن خزانوں میں تصرف اور اُن کے استعمال کا حق واختیار بھی صرف اُن کے پاس ہے۔ اُن کے علاوہ کوئی اُن خزانوں کا نہ تو مالک ہے اور نہ ہی کسی کو اُن میں کسی قسم کا کوئی اختیار ہے۔

-ب-

صرف اللہ تعالیٰ کا رازق ہونا

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس حقیقت کو واشگاف اور صریح انداز سے بیان کیا گیا ہے، کہ کائنات میں رزق دینے والے صرف ربِّ کریم ہیں۔ اُن کے سوا کسی میں بھی رزق دینے کی بالکل صلاحیت اور استعداد نہیں۔

سات دلائل:

ا: ارشادِ ربانی:

﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ. فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ﴾ [1]

[اور آسمان ہی میں تمہارا رزق ہے اور وہ (بھی) جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ پس آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بلاشبہ وہ (بات) یقیناً ویسے ہی حق ہے، جیسے کہ تم بے شک بولتے ہو]۔

ان آیات کے حوالے سے چار باتیں:

i: [وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ] [جملہ اسمیہ] ہے اور یہ کسی چیز کے ثبوت اور دوام پر دلالت کرتا ہے۔ [2] اس طرح مراد...... واللہ تعالیٰ أعلم...... یہ ہے، کہ آسمان ہی کی طرف سے رزق کا ہونا وقتی، عارضی یا حادثاتی بات نہیں، بلکہ ایک ایسی ثابت شدہ حقیقت ہے، جس میں تغیّر وتبدّل نہیں۔

ii: معمول کے مطابق جملے کی ترتیب [رِزْقُكُمْ فِي السَّمَآءِ] ہوتی ہے۔ ربّ

---

[1] سورة الذاريات / الآيتين ٢٢-٢٣.

[2] ملاحظہ ہو: روح المعاني ٢٢/٧٥.

کریم کی طرف سے اسے بدلنے سے جملے میں حصر پیدا ہوا، جس کی بنا پر اس کے حسبِ ذیل دو معانی ہوں گے:

ا: تمہارا رزق آسمان میں ہے۔

ب: تمہارا رزق آسمان کے سوا کہیں اور نہیں۔

اور دونوں معانی کے ملانے سے معنٰی یہ ہوگا:

[آسمان ہی میں تمہارا رزق ہے]۔

iii: [آسمان ہی میں رزق ہونے] سے مراد یہ ہے، کہ وہ ربِّ کریم کی ہی جانب سے ہے، جو کہ عرشِ بریں پر مستوی ہیں۔ [1]

iv: ربّ کریم نے اس بیان کردہ حقیقت کی تاکید درجِ ذیل پانچ باتوں سے فرمائی:

ا: اپنی ذات بالا و برتر کی قسم کھائی۔

ب: بات کی پختگی کے لیے [إِنَّ] کو [إِنَّهٗ] میں استعمال فرمایا۔

ج: [إِنَّـهٗ] میں [ہٗ] ضمیر الشان استعمال فرمائی، جو کہ بعد میں بیان کی جانے والی بات کی اہمیت اور شان و عظمت پر دلالت کرتی ہے۔

د: [لَحَقٌّ] میں [لام توکید] [بات کو پختہ کرنے والا لام] استعمال فرمایا۔

ہ: بیان کردہ حقیقت کو بولنے والے انسان کے بولنے کے ساتھ تشبیہ دی، کہ جس کے سمجھنے اور ماننے میں بولنے والے کے لیے ادنیٰ شک کا احتمال بھی نہیں ہوتا۔ [2]

۲: ارشادِ ربانی:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْأَرْضِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنّٰى

---

[1] ملاحظہ ہو: تیسیر الرحمٰن، ص ١٤٧٠، فائدۃ ٩.

[2] ملاحظہ ہو: بدائع التفسیر ٣/٤٢-٤٣.

تُؤْفَكُونَ﴾ [1]

[اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی جو نعمت تم پر ہے، اُسے یاد کرو۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے، جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو۔ اُن کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟]

آیتِ شریفہ کے حوالے سے تین باتیں:

i: آیتِ کریمہ میں بیان کردہ حقیقت، کہ [آسمان اور زمین سے رزق دینے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں] کی اہمیت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے نعمت کے ذکر کرنے سے پہلے فرمایا:

[يَآيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ]

قاضی ابوسعود لکھتے ہیں:

''اس نعمت کے حق کی حفاظت کرو، اس کا اعتراف کرو اور اُس کے عطا فرمانے والے کے لیے اپنی عبادت اور طاعت کو مخصوص (خالص) کرو۔'' [2]

ii: ارشادِ باری تعالیٰ [هَلْ مِنْ خَالِقٍ....] میں [هَلْ] استفہامیہ [نفی] کے لیے ہے، [3] یعنی اگرچہ انداز تو پوچھنے اور سوال کرنے کا ہے، لیکن مقصود ...... واللہ تعالیٰ أعلم ...... یہ ہے، کہ اُن کے علاوہ اس نعمت کے عطا کرنے والا اور کوئی نہیں۔

iii: [لَآ إِلٰـهَ إِلَّا هُـوَ] میں نفی کے بعد اثبات ہے۔ [لَا] کے ساتھ نفی اور [إِلَّا هُوَ] کے ساتھ اثبات۔

یہ بات معلوم ہے، کہ یہ اسلوب [صرف اثبات] سے زیادہ زوردار ہوتا ہے۔ [لَآ إِلٰـهَ] میں کسی کے بھی آسمان اور زمین میں رزق دینے کی نفی اور [إِلَّا هُـوَ] میں اللہ

---

[1] سورة فاطر / الآية ٣.

[2] تفسير أبي السعود ٧/١٤٢. نیز ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ٢/٢٦٧.

[3] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٢/٢٦٨.

تعالیٰ ہی کے رزق دینے کا اثبات ہے۔اسی طرح جملے میں حصر وقصر ہے۔ [1]

۳: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْأَرْضِ أَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْأَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُوْنَ. فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ [2]

[کہہ دیجیے تمہیں آسمان اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟
کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟
اور کون مردہ سے زندہ نکالتا اور (کون) زندہ سے مردہ نکالتا ہے؟
اور ہر کام کی تدبیر کون کرتا ہے؟
تو وہ جھٹ سے کہیں گے: ''اللہ''۔
تو آپ کہیے: ''پھر تم کیوں (شرک سے) بچتے نہیں؟''
سو وہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارے حقیقی رب ہیں، تو پھر حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا رہ جاتا ہے؟
پھر تمہیں کدھر پھیرا جاتا ہے؟]۔

آیاتِ شریفہ کے حوالے سے تین باتیں:

i: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، کہ مشرک لوگ اس سوال [تمہیں آسمان و زمین سے رزق کون دیتا ہے؟] اور دیگر تین سوالات کے جواب میں بلا تردّد اور بلا تاخیر کہیں گے،

---

[1] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: راقم السطور کی کتاب: ''آیت الکرسي کے فضائل وتفسیر'' ۵۳-۵۵.

[2] سورة یونس - عليه السلام -/ الآیتین ۳۱-۳۲.

کہ: [اللہ تعالیٰ]، کیونکہ اس حقیقت کے انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ ❶

ii: پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: [فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُوْنَ] یعنی اُن کی سرزنش کرتے ہوئے اُن سے پوچھیے، ❷ کہ جب تم یہ تسلیم کرتے ہو، کہ آسمان اور زمین سے رزق دینے والے اور دوسرے تین کام کرنے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں، تو پھر تم کیوں اُن کے ساتھ شرک کرتے اور اُن کی حکم عدولی کرتے ہوئے ڈرتے نہیں؟

iii: پھر فرمایا: (ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ) [تو وہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارے حقیقی رب ہیں، تو پھر حق کے بعد سوائے گمراہی کے کیا رہ جاتا ہے؟ پھر تمہیں کدھر پھیرا جاتا ہے؟]

یعنی جب حق اور سچ بات یہ ہے، کہ آسمان اور زمین سے رزق دینے اور دیگر تین اوصاف میں اللہ تعالیٰ منفرد، یکتا، لاثانی، عدیم النظیر، بے مثال اور وحدہٗ لاشریک ہیں، تو پھر کسی اور کو ان چاروں کاموں کا کرنے والا یا اُن کے انجام دینے میں اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھنا، کیونکر روا ہوسکتا ہے؟ کیونکہ جب یہ سمجھنا حق نہیں، تو ناحق، باطل، گمراہی اور ضلالت ہوگا، حق و باطل کے درمیان کوئی تیسری چیز نہیں ہوتی، ❸ جیسے کہ جب دن نہیں، تو رات ہوگی اور رات نہیں، تو دن ہوگا، کسی تیسری چیز کے وجود کا تصور بھی خارج از امکان ہے۔

۴: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر البحر المحیط ١٥٦/٥.

❷ ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ١٤١/٤.

❸ ملاحظہ ہو: الکشاف ٢٣٦/٢.

شَيْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ❶

[اللہ تعالیٰ وہ ہیں، جنہوں نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں موت دیں گے، پھر تمہیں زندہ کریں گے۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے، جو تمہارے ان کاموں میں سے کچھ بھی کرے؟ وہ پاک ہیں اور بہت بلند ہیں، اُس سے، جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں]۔

آیتِ کریمہ کے حوالے سے تین باتیں:

i: ربّ کریم نے اس آیتِ شریفہ میں [إِلٰہ] اور معبود ہونے کے چار لوازمات:

[پیدا کرنا]،

[رزق دینا]،

[موت دینا]

اور [زندہ کرنا]

اپنے لیے ہونے کا ذکر فرمایا اور اپنے سوا کسی بھی اور کے لیے اُن میں سے کسی ایک کے بھی ہونے کی نفی فرمائی۔ ❷

ii: (هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ) [کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے، جو تمہارے ان کاموں میں سے کچھ بھی کرے؟]

اللہ تعالیٰ نے آیتِ شریفہ کے اس ٹکڑے میں حرف جار [مِنْ] تین مرتبہ استعمال فرمایا اور ہر استعمال کردہ [حرف جار] نفی کے عموم پر دلالت کرتا ہے۔

پہلی دفعہ والا [مِنْ] اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ لوگوں کے بنائے ہوئے شریکوں میں سے [کوئی بھی] ایسا نہیں۔

---

❶ سورة الروم/ الآية ٤٠.

❷ ملاحظہ ہو: الكشاف ٢٢٤/٣؛ و تفسير البيضاوي ٢٢٢/٢؛ و تفسير أبي السعود ٦٢/٧؛ و تفسير السعدي ص ٦٤٣.

دوسری مرتبہ والا [مِـــــنْ] یہ فائدہ دیتا ہے، کہ کوئی شریک بھی مذکورہ بالا چاروں کاموں میں سے [کچھ بھی] نہیں کرسکتا۔

تیسری بار کا استعمال کردہ [مِنْ] سابقہ دونوں استعمال کردہ [مِنْ] سے حاصل شدہ نفی کی مزید تاکید کرتا ہے۔ [1]

iii: اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا سوال کا خود ہی جواب دیتے ہوئے واضح فرمایا: (سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ) کہ وہ پاک اور بہت بلند و بالا ہیں، کہ اُن چاروں کاموں یا اُن میں سے کسی ایک کام کے کچھ بھی کرنے میں کوئی اُن کا شریک ہو۔

۵: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿مَآ اُرِيۡدُ مِنۡهُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ وَّمَآ اُرِيۡدُ اَنۡ يُّطۡعِمُوۡنِ. اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّةِ الۡمَتِيۡنُ﴾ [2]

[نہ میں اُن سے رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں، کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والے، طاقت والے، نہایت مضبوط ہیں]۔

آیاتِ شریفہ کے حوالے سے تین باتیں:

i: اہلِ عرب میں رواج تھا، کہ غلام اپنے آقاؤں کے لیے کما کر لاتے تھے۔ ربِّ کریم نے پہلی آیتِ شریفہ میں اس حقیقت کو واضح فرمایا، کہ اُن کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ دنیوی آقاؤں والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں سے نہ تو رزق چاہتے ہیں اور نہ ہی یہ چاہتے ہیں، کہ وہ انہیں کھلائیں۔

ii: دوسری آیتِ کریمہ میں انہوں نے بیان فرمایا، کہ وہ ہی بے حد رزق عطا

---

[1] ملاحظہ ہو: الكشاف ۳/۲۲٤؛ و تفسير البيضاوي ۲/۲۲۲؛ و تفسير أبي السعود ۷/٦۲.

[2] سورة الذاريات / الآيتين ٥۷-٥۸.

فرمانے والے، زور دار، نہایت قوت والے ہیں۔

آیتِ کریمہ میں بیان کردہ حقیقت کی قطعیت، حتمیت، یقینی اور اٹل ہونے کی مزید تاکید کرنے والی باتوں میں سے چار حسبِ ذیل ہیں:

ا: ربِّ کریم نے جملے کی ابتداء لفظ [إِنَّ] سے فرمائی، جو بلاشبہ بات کی قطعیت پر دلالت کرتا ہے۔

ب: [جملہ اسمیہ] استعمال کیا، جو کہ بیان کردہ حقیقت کے دوام اور استمرار کا فائدہ دیتا ہے، کہ وہ ہمیشہ سے رزق دینے والے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ رزق دیتے رہیں گے۔ [1]

ج: اسم [إِنَّ] اور اس کی خبر [اَلرَّزَّاقُ] کے درمیان ضمیرِ فصل [هُوَ] استعمال فرمائی۔ جس سے جملے میں [حصر] کی بنا پر حسبِ ذیل دو معانی حاصل ہوئے:

i: بلاشبہ اللہ تعالیٰ رزّاق ہیں۔

ii: یقیناً اُن کے سوا کوئی اور رزّاق نہیں۔

اور دونوں معانی کو ملا کر حسبِ ذیل معنیٰ حاصل ہوا:

[بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزّاق ہیں]۔ [2]

د: ربِّ کریم نے اپنے رزق عطا فرمانے کی خبر دیتے ہوئے [فَعَّالٌ] کا وزن استعمال فرماتے ہوئے [اَلرَّزَّاقُ] ارشاد فرمایا، جس کے معانی [بے حد رزق عطا فرمانے والے ہیں]۔ [3]

iii: ربِّ کریم نے [اَلرَّزَّاقُ] ہونے کی خبر دینے کے ساتھ فرمایا کہ وہ ہی [ذُو الْقُوَّةِ] [زور آور] [اَلْمَتِيْنُ] ہیں۔

[اَلْمَتِيْنُ] [فَعِيْلٌ] کے وزن پر ہے، جس میں ذکر کردہ صفت کے بہت زیادہ

---

[1] ملاحظہ ہو: روح المعاني ۲۲/۷۵.

[2] ملاحظہ ہو: تفسیر التحریر و التنویر ۲۷/۲۹.

[3] ملاحظہ ہو: تفسیر السعدي ص ۸۱۳؛ و تفسیر التحریر و التنویر ۲۷/۲۹.

ہونے کا معنٰی ہوتا ہے۔ مفسرین نے [اَلْمَتِیْنُ] کا معنٰی [اَلشَّدِیْدُ الْقُوَّۃِ] [1] [بہت زبردست قوت] والے بیان کیا ہے۔

[اَلرَّزَّاقُ] کے ساتھ [ذُو الْقُوَّۃِ اَلْمَتِیْنُ] فرمانے میں ...... واللہ تعالیٰ اُعلم ...... حکمت یہ ہے، کہ اُن کے رزق عطا فرمانے میں کسی کے بھی رکاوٹ بننے کی مجال نہیں۔ وہ جسے، جب، جتنا اور جیسے چاہیں، محض اپنی مشیئت سے عطا فرماتے ہیں۔ [2]

۶: ربِّ کریم نے ...... ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم کو دی ہوئی دعوت کو نقل کرتے ہوئے ...... فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا﴾ [3]

[بلاشبہ وہ لوگ، جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو، تمہارے لیے کسی رزق کے مالک نہیں]۔

آیتِ شریفہ کے حوالے سے دو باتیں:

i: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے بھی رزق کے مالک نہ ہونے کو بیان کرتے ہوئے پہلے [لَا] نافیہ اور پھر [رِزْقًا] نکرہ استعمال کیا اور [لَا] نافیہ کے اسم نکرہ پر داخل ہونے سے عموم کی نفی ہوتی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا پکارے جانے والوں کے، کسی بھی قسم کے، رزق کے مالک ہونے، کی نفی فرمائی۔ [4]

ii: جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور کسی بھی قسم کے رزق کا مالک ہی نہیں، تو پھر اُس سے رزق طلب کرنے یا ملنے کی امید رکھنا کہاں کی عقل مندی ہے؟

---

[1] ملاحظہ ہو: الکشاف ٤/٢١؛ و تفسیر البیضاوي ٢/٤٣٢؛ و تفسیر أبي السعود ٨/١٤٥؛ و تفسیر التحریر و التنویر ٢٧/٢٩.

[2] ملاحظہ ہو: تفسیر السعدي ص ٨١٣؛ و تفسیر التحریر و التنویر ٢٧/٢٩.

[3] سورۃ العنکبوت / جزء من الآیۃ ١٧.

[4] ملاحظہ ہو: الکشاف ٣/٢٠١؛ و تفسیر البیضاوي ٢/٢٠٦؛ و تفسیر أبي السعود ٧/٣٤.

۷: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾ [1]

[اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں، جو اُنہیں آسمانوں اور زمین سے کچھ بھی رزق دینے کے مالک نہیں اور نہ وہ (اس کی) طاقت رکھتے ہیں]۔

آیتِ شریفہ کے حوالے سے دو باتیں:

i: اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا عبادت کیے جانے والے معبودوں کے [رزق دینے کی صلاحیت] سے قطعی طور پر عاری ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

[مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ شَيْـًٔا]

اس کی تفسیر میں حضراتِ مفسرین کے بیان کردہ معانی میں سے تین درج ذیل ہیں:

پہلا معنٰی: اگر [رِزْقًا] مصدر ہو، تو [شَيْئًا] مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا اور معنٰی یہ ہوگا:

وہ انہیں آسمانوں اور زمین سے کسی بھی چیز کا رزق دینے کے مالک نہیں۔

دوسرا معنٰی: اگر [رِزْقًا] مرزوق [2] کے معنٰی میں ہو، تو [شَيْئًا] اس کا بدل ہوگا اور اس کا معنٰی [قَلِيْلًا] یعنی معمولی سا بھی، ہوگا۔ جملے کا معنٰی حسبِ ذیل ہوگا:

وہ انہیں آسمانوں اور زمین سے معمولی سا رزق بھی دینے کے مالک نہیں۔

تیسرا معنٰی: [شَيْئًا] سے [لَا يَمْلِكُ] کی تاکید کی گئی ہے اور مراد یہ ہوگی:

وہ انہیں آسمانوں اور زمین سے کسی چیز کے رزق دینے کی ادنیٰ صلاحیت بھی نہیں

---

[1] سورۃ النحل / الآیۃ ۷۳.

[2] عطا کردہ رزق۔

رکھتے۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ. [1]

تینوں معانی سے حاصل شدہ حقیقت یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیے جانے والے معبودانِ باطلہ رزق میں سے کسی بھی چیز کی معمولی سی مقدار دینے کی ادنیٰ صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔

ii: ارشادِ ربانی (وَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ) [اور وہ استطاعت نہیں رکھتے] کی تفسیر میں بیان کردہ دو معانی حسب ذیل ہیں:

پہلا معنیٰ: ان کے معبودانِ باطلہ میں رزق دینے کی سرے سے ہی کوئی صلاحیت نہیں۔ [2]

بالفاظِ دیگر وہ نہ صرف اب معمولی سا بھی رزق دینے کی ادنیٰ صلاحیت سے یکسر خالی ہیں، بلکہ صورتِ حال یہ ہے، کہ آئندہ بھی، کبھی بھی، کسی کو، اس بات کا حق نہیں ہو گا، کیونکہ وہ رزق دینے کی استعداد سے یکسر تہی دامن ہیں۔ بالفاظِ دیگر اُن میں رزق دینے کی نہ (بالفعل) صلاحیت ہے اور نہ [بالقوۃ] استعداد ہے۔

دوسرا معنیٰ: ان معبودوں کی پرستش کرنے والے کافروں میں معمولی سا رزق دینے کی بھی ادنیٰ صلاحیت نہیں۔ جب اُن زندہ لوگوں کو یہ استعداد نہیں، تو بے حس و حرکت اور بے جان بت انہیں کیا رزق دیں گے؟ [3]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، رزق عطا فرمانے والے اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ اُن کے سوا کسی میں رزق دینے کی صلاحیت اور استعداد نہیں۔ رزق عطا فرمانے میں اُن کی مشیئت کی راہ میں حائل ہونے کی بھی کسی کو مجال نہیں۔

---

1. ملاحظہ ہو: الکشاف ۲/۴۱۹-۴۲۰؛ و تفسیر البیضاوي ۱/۵۵۱؛ و تفسیر أبي السعود ۵/۱۲۸.
2. ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوي ۱/۵۵۱؛ و تفسیر أبي السعود ۵/۱۲۸.
3. ملاحظہ ہو: الکشاف ۲/۴۱۹-۴۲۰؛ و تفسیر البیضاوي ۱/۵۵۱؛ و تفسیر أبي السعود ۵/۱۲۸.

-ج-

اللہ تعالیٰ کا کائنات کی ہر چیز کا رازق ہونا

i: اللہ تعالیٰ کا اپنے ماننے والوں اور کافروں سب کا رازق ہونا:

اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو رزق دیتے ہیں۔ وہ صرف اپنے ماننے والے کے رزّاق نہیں، بلکہ جو لوگ اُن کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں، انہیں بھی رزق دیتے ہیں۔ امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) اُنہوں نے بیان کیا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَآ أَحَدٌ أَصْبَرُ عَلٰی أَذًی سَمِعَهُ، مِنَ اللّٰهِ. يَدَّعُوْنَ لَهُ الْوَلَدَ، ثُمَّ يُعَافِيْهِمْ، وَ يَرْزُقُهُمْ.'' [1]

[''تکلیف دہ (بات) سُن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں۔ وہ اُن کے بارے میں اولاد رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، پھر (بھی) وہ اُنہیں عافیت دیتے ہیں اور اُنہیں رزق عطا فرماتے ہیں'']۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہنا، کہ [انہوں نے اپنے لیے اولاد بنائی] ہے، سنگین ترین بدتمیزی ہے۔ قریب ہے، کہ اس کہنے کی بنا پر آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ [2] لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ایسے کہنے والوں کو عافیت اور رزق دیتے ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: (إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ)، رقم الحديث ٧٣٧٨، ١٣/ ٣٦٠.

[2] ملاحظہ ہو: سورة مريم/ الآيات ٨٨-٩١. ﴿وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا. لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا. تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا. أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾.

[ترجمہ: اور اُنہوں نے کہا: ''رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔'' بلاشبہ یقیناً تم بڑی بے ڈھب (بات گھڑ) لائے ہو۔ قریب ہے، کہ آسمان اس (کی وجہ) سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں، کہ انہوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔]

ii: اللہ تعالیٰ کا ہر رینگنے والی چیز کا رازق ہونا:

مزید برآں ربِّ کریم صرف انسانوں ہی کے رازق نہیں، بلکہ کائنات کی ہر چیز کے رازق بھی وہ ہی ہیں۔ اس حوالے سے ذیل میں دو دلائل ملاحظہ فرمایئے:

دو دلائل:

ا: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ [1]

[اور زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں، مگر اُس کا رزق اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے ہے۔ اور اُس کے ٹھہرنے کی جگہ اور وہ اُس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتے ہیں۔ سب کچھ ایک واضح کتاب میں (درج) ہے]۔

آیتِ شریفہ کے حوالے سے پانچ باتیں:

i: ربِّ کریم نے [دَآبَّةٍ] اسم نکرہ اور اس پہلے حرف جار [مِنْ] اور ان دونوں [مِنْ دَآبَّةٍ] سے پہلے [مَا] النافیہ استعمال فرمایا۔

[دَآبَّةٍ] سے مراد زمین میں موجود ہر جان دار چیز، انسان ہو یا حیوان، برّی ہو یا بحری ہے۔

جملے کا مقصود ...... واللہ تعالیٰ اَعلم ...... یہ ہے، کہ زمین میں موجود کوئی جان دار چھوٹی، بڑی، طاقت ور، کمزور، بری اور بحری ایسی چیز نہیں، کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو۔ [2]

ii: ربِّ کریم نے ہر جان دار چیز کے رزق کے متعلق فرمایا:

[اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا] [مگر اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے اس کا رزق ہے]۔

اللہ تعالیٰ کے رزق کو اپنے ذمے واجب قرار دینے کے اسباب میں سے ...... جیسا

---

[1] سورة هود - عليه السلام - / الآية ٦.

[2] ملاحظہ ہو: تفسير البحر المحيط ٥/٢٠٥؛ و تفسير ابن كثير ٢/٤٧٨؛ و تفسير السعدي ص ٣٧٧.

کہ حضراتِ مفسرین نے بیان کیا ہے...... چار درجِ ذیل ہیں:

ا: اللہ تعالیٰ کے ازراہِ نوازش خود اپنے کیے ہوئے وعدے کی بنا پر اس کا واجب ہونا ہے۔ [1]

ب: جن و انس کے رزق کے انہیں پہنچنے کی قطعیت اور حتمیت کو اُجاگر کرنے کی خاطر۔ [2]

ج: مکلّفین کے دل و دماغ میں اس حقیقت کو راسخ کرنے کی غرض سے۔ [3]

د: مکلّفین کو رزق طلب کرتے ہوئے غیر شرعی، غیر ضروری جدوجہد سے باز رکھنے کے لیے۔ [4]

iii: [وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا] [اور زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں، مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے ہے] میں پہلے [مَـــا] النافية، پھر [مِنْ دَآبَّةٍ] حرف جار، اسم نکرہ اور پھر استثناء کے لیے [إِلَّا] کے استعمال سے جملے میں حصر کی بنا پر حسب ذیل دو معانی ہیں:

پہلا معنٰی: زمین میں چلنے والے ہر جان دار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

دوسرا معنٰی: زمین میں چلنے والے ہر جان دار کا رزق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ذمے نہیں۔

دونوں جملوں کے ملانے سے معنٰی درج ذیل ہوگا:

[زمین میں چلنے والے ہر جان دار کا رزق اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے ہے]۔

iv: (مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا) کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔ انہی میں سے

---

[1] ملاحظہ ہو: الكشاف ٥/٢٥٩؛ و تفسير البيضاوي ١/٤٥٠؛ و تفسير البحر المحيط ٥/٢٠٥؛ و تفسير أبي السعود ٤/١٨٦.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤/١٨٦.

[3] ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ١/٤٥٠؛ و تفسير أبي السعود ٤/١٨٦.

[4] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤/١٨٦.

دو درجِ ذیل ہیں:

ا: (مُسْتَقَرٌّ) زمین میں ٹھہرنے اور رہائش کی جگہ۔

(مُسْتَوْدَعٌ) زمین میں آنے سے پیشتر جہاں وہ اپنے باپ کی پشت یا ماں کے رحم میں تھا۔ ❶

ب: (مُسْتَقَرٌّ) باپ کی پشت میں اس کے ٹھہرنے کی جگہ۔

(مُسْتَوْدَعٌ) ماں کے رحم وغیرہ میں اس کی جگہ۔ ❷

مقصود ...... واللہ تعالیٰ أعلم ...... یہ ہے، کہ جان دار چیز جہاں اور جس حالت میں بھی ہو اور جس نوعیت کے رزق کی بھی اُسے ضرورت ہو، ربِ کریم ان سب باتوں سے آگاہ ہیں اور ہر جان دار چیز کو، اُس کے جائے قرار میں، اُس کے مناسبِ حال رزق عطا فرماتے ہیں۔ ❸

v: (كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ) [تمام جان دار چیزیں، اُن کا رزق، اُن کے ٹھہرنے کی جگہیں اور سونپے جانے کے مقامات بہت پہلے سے [لوحِ محفوظ] میں درج ہیں۔ ❹

جب صورتِ حال یہ ہے، تو پھر انسان کو رزق کی جستجو میں پٹڑی سے اترتے ہوئے، غیر شرعی اور نامناسب طرزِ عمل اختیار کر کے، اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

۲: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَ كَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ إِيَّاكُمْ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ❺

---

❶ ملاحظہ ہو: الكشاف ٢/٢٥٩.

❷ ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ٤/١٨٦.

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤/١٨٧.

❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤/١٨٧.

❺ سورة العنكبوت/ الآية ٦٠.

[اور کتنے ہی چلنے والے (جان دار) ہیں، (جو) اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی اور وہ ہی سب کچھ سننے والے اور سب کچھ جاننے والے ہیں]۔

آیتِ شریفہ کے حوالے سے چھ باتیں:

i: بعض مفسرین نے بیان کیا ہے، کہ کچھ مسلمان مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کرتے ہوئے ڈرتے تھے، کہ ایسی جگہ کیسے جائیں، جہاں ہماری معیشت کا سرے سے کوئی بندوبست نہیں۔ اُن کے اس خدشے کی حقیقت واضح کرنے کے لیے ربِّ کریم نے اس آیتِ کریمہ کو نازل فرمایا۔ [1]

ii: اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ شریفہ کے ذریعہ اس حقیقت کو اجاگر فرمایا، کہ رزق کا میسر آنا، کسی خاص جگہ کے ساتھ بندھا ہوا نہیں۔ بندہ جہاں بھی ہو، ربِّ رزّاق اُسے وہیں رزق دے سکتے ہیں، بلکہ دیتے ہیں۔ جب مکی حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی معیشت کے سارے اسباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ آئے، تو تھوڑے ہی عرصے میں ربِّ قادر نے مال و دولت اور عزت و اقتدار کے خزانوں سے انہیں مالا مال فرما دیا۔ [2]

iii: (فَكَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا) [اور کتنے ہی چلنے والے (جان دار) ہیں، (جو) اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے] یعنی زمین پر رینگنے والی کتنی ہی کمزور اور کم عقل مخلوق، جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتی۔

(لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا) کے مفسرین کے بیان کردہ معانی میں سے تین حسبِ ذیل ہیں:

پہلا معنٰی: وہ اس قدر لاغر، ناتواں اور کمزور ہیں، کہ اپنا رزق اٹھانے کی بھی اُن میں استعداد نہیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو: الكشاف ٣/ ٢١١؛ و تفسير البيضاوي ٢/ ٢١٣؛ و تفسير أبي السعود ٧/ ٤٦.

[2] ملاحظہ ہو: تفسير ابن كثير ٣/ ٤٦٢.

دوسرا معنٰی: وہ اپنے ضعف اور کمزوری کی بنا پر رزق حاصل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔

تیسرا معنٰی: وہ حاصل شدہ رزق کو محفوظ نہیں کرتے، بلکہ ساتھ ساتھ استعمال کرتے جاتے ہیں، وہ مکمل طور پر خالی از رزق نکلتے ہیں، لیکن رب رزّاق انہیں رزق عطا فرما کر لوٹاتے ہیں۔ ❶

iv: (اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ إِيَّاكُمْ) [اللہ تعالیٰ انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی] مقصود...... واللہ تعالیٰ أعلم...... یہ ہے، کہ جس طرح کمزور ترین مخلوق، رزق کے حاصل کرنے میں ربِّ رزّاق کی محتاج ہے، اس طرح تم رزق کے وسائل ہونے اور طاقت ور ہونے، کے باوجود رزق کے پانے میں اُنہی کے دستِ نگر ہو۔ زمین پر چلنے والی جان دار مخلوق کی کمزوری رزق کے حاصل کرنے میں رکاوٹ نہیں، کہ اُن کے رزّاق [ذو القوة المتين] ہیں اور تمہاری قوت و طاقت تمہیں رزق فراہم نہیں کر سکتی، کہ آسمانوں اور زمین کے خزانے، اُن کی چابیاں اور رزق عطا کرنے کا اختیار، صرف وحدہٗ لا شریک ربّ العالمین کے پاس ہے۔ ❷

v: (وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ) [اور وہ ہی خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں]۔

رزق سے کوئی اس لیے محروم نہیں رہے گا، کہ تنگ دستی، مفلسی، عسرت اور فاقہ کشی کے وقت اُس کی فریاد سُنی ہی نہ جائے یا اُس کی کیفیت سے آگاہی نہ ہو۔

رب رزّاق وہ ہیں، کہ تنگ دستوں، مفلسوں، عسرت اور فاقہ کشی میں مبتلا لوگوں کی فریادوں کو خوب سننے والے ہیں اور یہی نہیں، بلکہ اپنی زبان سے اُن کے صورتِ

---

❶ ملاحظہ ہو: الكشاف ٣/ ٢١١؛ و تفسير البيضاوي ٢/ ٢١٣؛ و تفسير أبي السعود ٧/ ٤٦.

❷ ملاحظہ ہو: الكشاف ٣/ ٢١١؛ و تفسير البيضاوي ٢/ ٢٣؛ و تفسير أبي السعود ٧/ ٤٦؛ و تفسير السعدي ص ٦٣٥.

حال بیان کرنے سے بہت پہلے ہی سے اُن کے حالات سے خوب باخبر بھی ہیں۔

vi:(وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ) جملے میں مبتدا [هُوَ] اور دونوں خبروں [اَلسَّمِیْعُ] اور [اَلْعَلِیْمُ] کے معرفہ ہونے کی بنا پر جملے میں حصر کی بنا پر اس کے حسبِ ذیل دو معانی ہیں:

پہلا معنٰی: وہ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔

دوسرا معنٰی: اُن کے سوا کوئی اور خوب سننے والا خوب جاننے والا نہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کے سوا تنگ دستوں کی فریادوں کو خوب سننے والا اور اُن کی محتاجی کو خوب جاننے والا کوئی اور ہے ہی نہیں، تو اُسے رزق دینے کا اختیار کیونکر حاصل ہوسکتا ہے؟

رزق دینے کی صلاحیت اور اختیار وحدہٗ لاشریک رب العالمین کے پاس ہی ہے، جو محتاجوں کی فریادوں کو خوب سننے والے اور حاجات کو خوب جاننے والے ہیں۔

گفتگو کا حاصل یہ ہے، کہ ربِّ کریم نے کائنات کی ہر جان دار چیز کے رزق کی ذمہ داری لینے کی خود خبر دی ہے، تاکہ اس حقیقت کا قطعی اور یقینی ہونا واضح ہو جائے اور لوگ مطمئن ہو کر غیر شرعی اور غیر ضروری سرگرمیوں سے دور رہیں۔

ربِّ کریم کائنات کی سب جان دار چیزوں، ان کے احوال، حاجات اور مناسبِ حال رزق سے آگاہ ہیں اور ہر چیز کو اُس کی جگہ میں رزق مہیا فرماتے ہیں، کمزور ترین مخلوق کی کمزوری، رزق کے پانے میں رکاوٹ نہیں اور قوی ترین لوگوں کی قوت، رزق کے حصول میں حرفِ آخر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ضعیف اور ناتواں مخلوق کو اُن کے ضعف کے برابر اور زور آور لوگوں کو اُن کے زور کے بقدر رزق نہیں دیتے، بلکہ سب کو اپنی مشیئت کے مطابق جس قدر، جب اور جیسے چاہیں، رزق عطا فرماتے ہیں۔

-د-

رزق میں وسعت اور تنگی کا فقط مشیئتِ الٰہی سے ہونا

مخلوق کے رزق میں فراخی، وسعت، کشادگی، تنگ دستی، خوش حالی، بدحالی اور کمی بیشی کے جملہ اختیارات صرف وحدہٗ لاشریک ربّ ذوالجلال کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جِسے، جب، جس قدر اور جیسے چاہیں رزق دیتے ہیں۔ جِسے چاہیں، ظاہری اسباب کے نہ ہونے کے باوجود بلاحساب روزی دیتے ہیں اور جِسے چاہیں، بظاہر رزق کے اسباب ہونے کے باوجود، تنگ دست رکھتے ہیں۔ جب چاہیں، صاحبِ ثروت لوگوں کو فاقہ کشی پر لے آتے ہیں اور جب چاہیں، بوریا نشینوں کو محلات کا مالک بنا دیتے ہیں۔

سات دلائل:

قرآن کریم میں اس حقیقت کو متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ انہی میں سے سات کے حوالے سے توفیقِ الٰہی سے گفتگو کی جا رہی ہے:

۱: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [1]

[اور اللہ تعالیٰ، جِسے چاہتے ہیں، بے حساب رزق دیتے ہیں]۔

۲: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [2]

[اور آپ جِسے چاہتے ہیں، بغیر کسی حساب کے رزق دیتے ہیں]۔

---

[1] سورة البقرة/جزء من الآية ۲۱۲.

[2] سورة آل عمران/جزء من الآية ۲۷.

۳: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [1]

[بے شک اللہ تعالیٰ، جسے چاہتے ہیں، کسی حساب کے بغیر رزق دیتے ہیں]۔

۴: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا﴾ [2]

[بے شک آپ کے رب، جس کے لیے چاہتے ہیں، رزق فراخ کرتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں، بلاشبہ وہ ہی ہمیشہ سے اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والے، خوب دیکھنے والے ہیں]۔

۵: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [3]

[اور اللہ تعالیٰ، جسے چاہیں، بغیر حساب کے رزق دیتے ہیں]۔

۶: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ [4]

[اور کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا، کہ اللہ تعالیٰ، جس کے لیے چاہتے ہیں، رزق فراخ کر دیتے ہیں اور تنگ کر دیتے ہیں۔ بے شک اس میں

---

1. سورة آل عمران/ جزء من الآية ۳۷.
2. سورة بني إسرائيل / الآية ۳۰.
3. سورة النور/ جزء من الآية ۳۸.
4. سورة الروم/ الآية ۳۷.

ایمان والے لوگوں کے لیے یقیناً (بہت سی) نشانیاں ہیں]۔

۷: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [1]

[اُنہی کے پاس آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں۔ جس کے لیے چاہتے ہیں، رزق فراخ کر دیتے ہیں اور (جس کے لیے چاہتے ہیں،) تنگ کر دیتے ہیں، بلاشبہ وہ ہی ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں]۔

ان آیاتِ شریفہ کے حوالے سے سات باتیں:

i: ربِّ کریم کائنات میں سب سے سچے اور راست گو ہیں۔ اُن کی صرف ایک دفعہ فرمائی ہوئی بات میں بھی شک وشبہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں ہم دیکھتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے

[جس کو چاہیں بغیر حساب کے رزق دیتے ہیں] کو چار مرتبہ

اور

[وہ جس کے لیے چاہیں، رزق میں فراخی کرتے ہیں اور جس کے لیے چاہیں، تنگی کرتے ہیں] کو تین دفعہ فرمایا ہے۔

اتنی مرتبہ فرمائی ہوئی یہ حقیقت کس قدر اٹل، قطعی، حتمی اور یقینی ہوگی!

ii: اللہ تعالیٰ نے تیسری، چوتھی اور چھٹی آیات میں سے ہر ایک میں اس حقیقت کا آغاز [إِنَّ] یا [أَنَّ] سے فرمایا، جن کے معانی [بے شک]، [بلاشبہ] اور [یقیناً] کے ہیں۔ ربِّ کریم کی تاکید کے بغیر فرمائی ہوئی بات بھی قطعی طور پر شک وشبہ سے خالی ہوتی ہے، تو پھر جب وہ اُسے تاکید کے لفظ کے ساتھ بیان فرمائیں، تو اس کی صداقت

---

[1] سورة الشورى/ الآية ۱۲.

کس قدر زیادہ ہوگی!

iii: اللہ تعالیٰ نے پانچ آیات: پہلی، تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی میں اس حقیقت کو [جملہ اسمیہ] کے ساتھ اور دو آیات: دوسری اور ساتویں میں [جملہ فعلیہ] کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

[جملہ اسمیہ] بیان کردہ حقیقت کے [دوام اور ثبوت] پر دلالت کرتا ہے، کہ [اپنی مشیت سے رزق دینا] ربِّ کریم کی دائمی اور ابدی صفت ہے، کوئی وقتی یا عارضی کیفیت نہیں۔ [1]

[جملہ فعلیہ] بیان کردہ حقیقت کے [استمرار و تسلسل] کو واضح کرتا ہے، کہ مولائے کریم کا اپنی مرضی سے [مخلوق کے رزق میں وسعت اور تنگی فرمانا] ہر روز ہی نہیں، بلکہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی ایک تسلسل والی صفت ہے۔ [2]

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ! سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ!

iv: [بِغَيْرِ حِسَابٍ] کے بیان کردہ معانی میں سے دو حسبِ ذیل ہیں:

پہلا معنٰی: مخلوق کے اندازے، توقعات اور حساب و کتاب سے ماوراء عطا فرماتے ہیں، کہ ان کی تصوراتی صلاحیت اور شمار کرنے کی استعداد ربِّ کریم کے عطا کردہ رزق کی نوعیت، کیفیت اور مقدار کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ [3]

دوسرا معنٰی: ان کے استحقاق کے بقدر نہیں، بلکہ اپنی جانب سے از راہِ نوازش اور مہربانی۔ [4]

جہاں تک علیم و خبیر رب ذوالجلال کا تعلق ہے، تو اُن کے ہاں تو ہر چیز قطعی طور پر

---

[1] ملاحظہ ہو: روح المعاني ۲۲/۷۵.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲۲/۷۵. [3] ملاحظہ ہو: تفسير ابن كثير ۱/۳۸۲.

[4] ملاحظہ ہو: الكشاف ۱/۴۲۷؛ و تفسير البيضاوي ۱/۱۵۸؛ و تفسير ابن كثير ۱/۳۸۲؛ و تفسير أبي السعود ۲/۳۰.

معلوم اور متعین ہے۔ ﴿وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ﴾ [1]

[ترجمہ: اور ہر چیز اُن کے ہاں، ایک اندازے سے ہے]۔

﴿وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ [2]

[ترجمہ: اور کوئی چیز بھی نہیں، مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں، اور ہم اسے نہیں اتارتے، مگر ایک معلوم اندازے سے]۔

v: چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ نے [رزق میں کشادگی اور تنگی کا اختیار] اپنے پاس رکھنے کی علّت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: [اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا] [3]

[بلاشبہ وہ ہی ہمیشہ سے اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والے خوب دیکھنے والے ہیں]۔

آیت کے اس ٹکڑے اور اس کی قوت و زور کو سمجھنے کی خاطر درجِ ذیل پانچ باتوں کو پیشِ نظر رکھنا شاید مفید ہو:

ا: اللہ تعالیٰ نے جملے کی ابتدا لفظ تو کید [اِنَّ] [یقیناً] سے فرمائی۔

ب: (اِنَّــــهٗ) میں [ہٗ] ضمیر الشان استعمال فرما کر تنبیہ فرمائی، کہ اس کے بعد کی جانے والی بات بہت اہمیت اور شان و عظمت والی ہے۔

ج: لفظ [كَانَ] استعمال فرما کر اس حقیقت کو اجاگر فرمایا، کہ اس جملے میں اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے بارے میں [خَبِيْرًا بَصِيْرًا] ہونے کی دی گئی خبر، کوئی نئی بات نہیں، بلکہ وہ ہمیشہ سے ایسے ہی ہیں۔

د: جملے میں تقدیم و تاخیر ہے۔ معمول کی ترتیب [اِنَّـهٗ كَانَ خَبِيْـرًا بَصِيْـرًا

---

[1] سورة الرعد/ جزء من الآية ٨.

[2] سورة الحجر / الآية ٢١.

[3] ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ٥/٦٩؛ تفسير التحرير و التنوير ١٥/٨٦.

بِعِبَادِہٖ] کی بجائے [إِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا] فرمایا، جس کی بنا پر جملے میں [حصر] کی بنا پر حسبِ ذیل معنٰی حاصل ہوا:

[بلاشبہ وہ ہی ہمیشہ سے اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والے خوب دیکھنے والے ہیں]۔

اُن کے سوا کوئی اور ایسا نہیں۔

ہ: [خَبِیْرًا] اور [بَصِیْرًا] دونوں [فَعِیْلٌ] کے وزن پر ہیں، جس میں مبالغہ [یعنی ذکر کردہ وصف اور خوبی کا بہت زیادہ ہونا] ہوتا ہے۔ اس لیے [خَبِیْرًا] کا معنٰی [پوری خبر رکھنے والے] [بَصِیْرًا] کا معنٰی: [خوب دیکھنے والے] کے ہیں۔

یہ صورتِ حال اس بات کا تقاضا کرتی ہے، کہ جب ہمیشہ سے بندوں کی پوری خبر رکھنے اور انہیں خوب دیکھنے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں، تو بندوں کے رزق میں وسعت اور تنگی کا اختیار بھی صرف اُن کے ہاتھ میں ہو۔

vi: ساتویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے [رزق کی وسعت اور تنگی کرنے] کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھنے کی علّت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

[إِنَّہٗ بِکُلِّ شَيْءٍ عَلِیْمٌ] [1]

[بلاشبہ وہ ہی ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں]۔

آیتِ شریفہ کے اس ٹکڑے میں بیان کردہ حقیقت کی تاکید میں درجِ ذیل چار باتوں سے مزید اضافہ ہوتا ہے:

ا: اللہ تعالیٰ نے جملے کی ابتدا لفظ تو کید [إِنَّ] سے فرمائی۔

ب: [إِنَّہٗ] میں [ہٗ] [ضمیر الشان] اس بات کی یاد دہانی کرواتی ہے، کہ اس کے بعد بیان کی جانے والی بات بہت اہمیت اور شان و عظمت والی ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۸/۲۵؛ و تفسیر التحریر و التنویر ۲۵/۴۹.

ج: جملے میں عام اسلوب سے ہٹ کر [بِكُلِّ شَيْءٍ] کو [عَلِيْمٌ] سے پہلے لانے سے جملے میں حصر ہونے کی وجہ سے حسبِ ذیل معنٰی حاصل ہوا:

[بلاشبہ وہ ہی ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں]۔

اُن کے سوا کوئی اور ایسے نہیں۔

د: [عَلِيْمٌ] میں [فَعِيْلٌ] کے وزن پر ہونے کی وجہ سے [مبالغہ] کا معنٰی ہے، کہ وہ [خوب جاننے والے ہیں]۔

اس ساری گفتگو کا نچوڑ یہ ہے، کہ جب ہر چیز کو خوب جاننے والا، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں، تو پھر بندوں کے رزق میں فراخی اور تنگ دستی کا اختیار اُن کے سوا کسی اور کے ہاتھ میں کیونکر ہو سکتا ہے؟

vii: چھٹی آیت سے پہلے والی آیت:

﴿وَ إِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْابِهَا وَ إِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ إِذَاهُمْ يَقْنَطُوْنَ﴾ [1]

میں بیان کردہ دونوں حالتوں میں لوگوں کے طرزِ عمل اور خرابی کو اجاگر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

مقصود ...... واللہ تعالیٰ أعلم ...... یہ ہے، کہ مال و دولت اور دیگر نعمتیں اُن کی کسی

---

[1] سورۃ الروم / الآیۃ ۳٦.

[ترجمہ: اور جب ہم لوگوں کو کوئی رحمت چکھاتے ہیں، تو وہ اُس کی وجہ سے فخر و تکبر کرتے ہیں اور جب انہیں اُن کے کرتوتوں کی وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ نا اُمید ہو جاتے ہیں]۔

صلاحیت اور کاریگری کی بنا پر نہیں، بلکہ ربِّ ذوالجلال کی جانب سے ہیں، کہ جن کے ہاتھ ہی میں فراخی اور وسعت کا عطا فرمانا ہے، تو پھر لوگوں کے غرور و تکبر اور اترانے کا کیا جواز ہے؟

علاوہ ازیں تنگ دستی، بدحالی وغیرہ کسی بھی مصیبت کا آنا، اُن کی بداعمالی کی وجہ سے ہوتا ہے، تو پھر اُن کی مایوسی کیوں ہے؟

لوگوں کو چاہیے تھا، کہ خوش حالی کی حالت میں اُس کے عطا فرمانے والے ربِّ تعالیٰ کا شکر کرتے اور تنگ دستی کی صورت میں اُن کے رُوبرو توبہ کرتے۔

گفتگو کا حاصل یہ ہے، کہ مخلوق کے رزق میں فراخی اور تنگ دستی، وسعت اور قلت دینے کا اختیار وحدہٗ لاشریک ربِّ ذوالجلال کے پاس ہے۔ اس سلسلے میں کسی دوسرے کے پاس کچھ بھی نہیں۔

-۵-

اکیلے رب ذوالجلال سے رزق طلب کرنا

آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اُن کی چابیاں اُنہی کے پاس ہیں۔ رزق دینے کی صلاحیت اُن ہی کے ہاتھ میں ہے۔ رزق میں کشادگی اور تنگی اُنہی کی مشیئت سے وابستہ ہے۔

اس سب کچھ کے بعد، اُن کے سوا کسی اور سے رزق کیونکر طلب کیا جائے؟

اُن سے رزق کے لیے فریاد کرنے میں سُستی، کوتاہی، غفلت اور بے توجہی کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟ خصوصاً جبکہ معاشی حالات ناگفتہ بھی ہوں۔

قرآن وسنت میں اس بارے میں واضح اور دوٹوک راہ نمائی موجود ہے۔ اس بارے میں ذیل میں توفیق الٰہی سے دو دلائل کے متعلق گفتگو کی جارہی ہے۔

دو دلائل:

ا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے قوم کو، اس بارے میں دی گئی دعوت کو، ربّ کریم نے ان الفاظ میں نقل فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ط إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ [1]

[بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا، جن کی تم عبادت کرتے ہو، وہ تمہارے لیے کسی رزق کے مالک نہیں ہیں، سوتم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی (ہر قسم کا) رزق تلاش کرو اور اُن کی عبادت کرو اور اُن کا شکر کرو۔ اُنہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے]۔

---

[1] سورة العنكبوت / جزء من الآية ١٧.

آیتِ شریفہ کے حوالے سے چار باتیں:

i: [لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا] میں [لَا] نافیہ کے بعد [رِزْقًا] نکرہ کے استعمال سے اُن کے رزق میں سے غیر اللہ کے کسی بھی چیز کے مالک ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ ❶

ii: (فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ) میں معمول سے ہٹ کر [عِنْدَ اللّٰهِ] کو [الرِّزْقَ] سے پہلے لایا گیا ہے، جیسے کہ (إِيَّاكَ نَعْبُدُ) ❷ میں [نَعْبُدُ] سے پہلے [إِيَّاكَ] کو، [وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ] ❸ میں [نَسْتَعِينُ] سے پہلے [إِيَّاكَ] کو اور [رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ] ❹ میں [عِنْدَكَ] کو [بَيْتًا] سے پہلے لایا گیا ہے۔

یہ حصر کی سب سے زوردار صورت ہے اور معنٰی یہ ہوگا، کہ اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کرو اور اُن کے سوا کسی اور سے رزق طلب نہ کرو، کیونکہ کوئی اور، کسی بھی چیز کا مالک نہیں۔ ❺

آیت شریفہ کا یہ جملہ، پہلے جملے [إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا] ❻ کا منطقی نتیجہ ہے، کہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی، کسی بھی قسم کے رزق کا مالک ہی نہیں، تو اُس سے رزق کیسے مانگا جائے؟

iii: آیتِ شریفہ میں اللہ تعالیٰ ہی سے رزق طلب کرنے کا حکم دیتے ہوئے [اَلرِّزْق] فرمایا۔ [اَلرِّزْق] میں [اَلْ] استغراقیہ ہے۔ مقصود...... واللہ تعالیٰ أعلم...... یہ ہے، کہ ربّ کریم ہی سے ہر نوع وقسم اور ہر مقدار میں رزق طلب کرو، کیونکہ وہ ہی

---

❶ ملاحظہ ہو: الکشاف ٣/٢٠١؛ تفسیر البحر المحيط ٧/١٤١؛ و تفسير أبي السعود ٧/٣٤؛ و تفسير التحرير و التنوير ٢٠/٢٢٥؛ اور اس کتاب کا ص ٢٨۔

❷ سورة الفاتحة/ جزء من الآية ٥. [ترجمہ: ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں]۔

❸ سورة الفاتحة/ جزء من الآية ٥. [ترجمہ: ہم آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں]۔

❹ سورة التحريم/ جزء من الآية ١١. [ترجمہ: [اے] میرے رب! میرے لیے اپنے ہی پاس جنت میں گھر بنا دیجیے]۔

❺ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثير ٣/٤٤٩.

❻ ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا، جن کی تم عبادت کرتے ہو، تمہارے لیے کسی رزق کے مالک نہیں۔

[اَلرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ] ہیں۔ [1]

iv: اللہ تعالیٰ ہی سے ہر قسم کا رزق طلب کرنے کا حکم دینے کے بعد حسبِ ذیل دو اور باتوں کا حکم دیا:

-(وَ اعْبُدُوْهُ) [اُن کی عبادت کرو]، کہ طلبِ رزق کی فرمائش پورا کروانے میں ربّ ذوالجلال کی مخلصانہ عبادت ایک موثر ہتھیار ہے۔

-(وَ اشْكُرُوْا لَهٗ) [اُن کا شکر کرو]، کہ اُن کے شکر کرنے سے حاصل شدہ رزق کی نعمت زوال سے محفوظ ہو جاتی ہے اور آئندہ اُس نعمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ [2]

۲: امام مسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کردہ احادیث میں سے، یہ حدیث بیان کی ہے، کہ انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے فرمایا:

''يَا عِبَادِيْ! كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ أُطْعِمْكُمْ.
يَا عِبَادِيْ! كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُوْنِيْ أَكْسُكُمْ.''

[''اے میرے بندو! تم تمام بھوکے ہو، مگر جسے میں کھلاؤں، سو تم مجھ سے کھانا طلب کرو، میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا۔
اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو، مگر جسے میں (لباس) پہناؤں، سو تم مجھ سے لباس طلب کرو، میں تمہیں (لباس) پہناؤں گا۔'']

پھر اسی حدیث شریف میں فرمایا:

''يَا عِبَادِيْ! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَ إِنْسَكُمْ وَ جِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ، فَسَأَلُوْنِيْ، فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ، مَا نَقَصَ

---

[1] ملاحظہ ہو: الكشاف ٣/٢٠١؛ و تفسير أبي السعود ٧/٣٤؛ و تفسير التحرير و التنوير ٢٠/٢٢٦.

[2] ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ٧/٣٤؛ و فتح القدير ٤/٢٨٠.

ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْٓ إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَآ أُدْخِلَ الْبَحْرَ.'' [1]

[''اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور تمہارے پچھلے، اور تمہارے انس اور تمہارے جن ایک چٹیل میدان میں کھڑے (یعنی جمع) ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کو اُس کی طلب کردہ چیز عطا کردوں، تو جو کچھ میرے پاس ہے، اُس میں اتنی ہی کمی آئے گی، جتنی کہ سوئی کو سمندر میں ڈالنے سے اُس (کے پانی) میں کمی آتی ہے۔'']

حدیث شریف کے حوالے سے تین باتیں:

i: اللہ تعالیٰ کے کھلانے اور پہنانے سے مراد...... واللہ تعالیٰ أعلم...... یہ ہے، کہ کھانے اور لباس میں فراخی، وسعت اور تنگ دستی اور بدحالی صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے۔ [2]

ii: [مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْٓ إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَآ أُدْخِلَ الْبَحْرَ]:

یہ سمجھانے کی غرض سے ایک مثال ہے۔ اس سے مراد یہ ہے، کہ ساری مخلوق کی فرمائشوں کو پورا کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، جیسے کہ ایک دوسری حدیث میں ہے:

''إِنَّ يَمِيْنَ اللّٰهِ مَلْأَى، لَا يَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ. سَحَّآءُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ. أَرَأَيْتُمْ مَّا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مَا فِيْ يَمِيْنِهٖ؟'' [3]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب البر و الصلة و الآداب، باب تحريم الظلم، جزء من رقم الحديث ٥٥ـ (٢٥٧٧)، ١٩٩٤/٤-١٩٩٥.

[2] ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ١٨٣٨/٦؛ و مرقاة المفاتيح ١٥٦/٥.

[3] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب (و كان عرشه على المآء ......)، جزء من رقم الحديث ٧٤١٩، عن أبي هريرة رضي الله عنه، ٤٠٣/١٣؛ و صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على النفقة......، جزء من رقم الحديث ٣٧- (٩٩٣)، ٦٩١/٢. الفاظِ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

[''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا دایاں (ہاتھ) بھرا ہوا ہے۔ رات اور دن کے بہت زیادہ (مسلسل) خرچ کرنے سے اس میں کمی نہیں آتی۔ کیا تم نے دیکھا نہیں، جو انہوں نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے (کے وقت) سے خرچ کیا ہے۔ پس بلاشبہ اُس (خرچ کرنے) نے اُن کے دائیں (ہاتھ) میں کوئی کمی نہیں کی؟]۔''

سو حدیثِ شریف سے مراد یہ نہیں، کہ اُن کے خزانوں میں معمولی سی بھی کمی آتی ہے، کیونکہ کمی تو محدود اور فانی میں واقع ہوتی ہے اور اُن کے خزانے لامحدود، غیر متناہی اور ابدی و سرمدی ہیں۔ ❶

iii: ربِّ کریم نے اپنے بندوں کو اپنے سے کھانے اور لباس طلب کرنے کا حکم ہی نہیں دیا، بلکہ اُن کے طلب کرنے پر کھِلانے اور پہنانے کا وعدہ بھی فرمایا، تو کیا وہ اپنے وعدے کو پورا نہیں فرمائیں گے؟

یقیناً وہ اپنا وعدہ پورا فرمائیں گے، کیونکہ وہ بات میں سب سے سچے ہیں:

﴿وَ مَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ ❷

اُن کا فرمان سب سے زیادہ برحق ہے:

﴿وَ مَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ ❸

اُن سے بڑھ کر تو کائنات میں کوئی وعدے کا ایفا کرنے والا نہیں:

﴿وَ مَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ﴾ ❹

اپنے وعدے کی خلاف ورزی، تو اُن کے شایانِ شان نہیں:

---

❶ ملاحظہ ہو: المفهم ٦/٥٥٥؛ و شرح النووي ١٦/١٣٣.

❷ سورة النسآء/ جزء من الآية ١٢٢. [ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ گفتار میں کون سچا ہے؟]

❸ سورة النسآء/ جزء من الآية ٨٧. [ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے؟]

❹ سورة التوبة/ جزء من الآية ١١١. [ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟]

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ [1]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ رزق کے متلاشی ربِّ رزّاق سے حصولِ رزق کے لیے خوب خوب دعائیں کریں، کہ اس بات کا قرآن وسنت میں حکم دیا گیا ہے اور خود رب العالمین نے رزق طلب کرنے والوں کو عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں سب کی فرمائشوں کو پورا کرنے کے باوجود بھی اُن کے خزانوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

[1] سورة آل عمران/ جزء من الآية ۹. [ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے]۔

-و-

رزق طلب کرنے کے لیے دعائیں

کائنات کے خزانوں اور ان کی چابیوں کے تنہا مالک، پوری مخلوق کے وحدہٗ لا شریک رزّاق اور اپنی مشیئت سے بلاشرکت غیرے مخلوق کے رزق میں وسعت اور تنگی کا اختیار رکھنے والے رب ذوالجلال نے اپنے بندوں کو دعا کی شکل میں بہترین، نہایت زور دار، موثر اور مفید ہتھیار عطا فرمایا ہے، کہ وہ اس کے ذریعے اپنی حاجات پوری کروائیں اور ناپسندیدہ چیزوں اور باتوں سے محفوظ ہو جائیں۔ انبیائے سابقین علیہم السلام ہمیشہ سے اس ہتھیار سے فیض یاب ہوتے اور طلبِ رزق کے لیے اُسے استعمال کرتے رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ مبارکہ بھی یہی تھا۔

اس مقام پر توفیقِ الٰہی سے حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن و سنت سے ثابت شدہ چھبیس (۲۶) دعائیں پیش کی جارہی ہیں:

۱: ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے رزق کے لیے تین دعائیں:

۱-۱: ربِّ کریم نے اُن کی ایک دعا کو درجِ ذیل الفاظ کے ساتھ میں بیان فرمایا:

﴿فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيٓ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾ [1]

[پس آپ لوگوں کے دلوں کو اُن کی طرف مائل فرما دیجیے اور انہیں پھلوں کا رزق عطا فرمائیے، تاکہ وہ شکر کریں]۔

[1] سورة إبراهيم - عليه السلام - / جزء من الآية ٣٧.

تنبیہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے پہلے جملے میں اپنی التجا کا آغاز [رَبَّنَا] سے کیا۔ اب صرف اسی جملے کے ساتھ اولاد کے لیے دعا کرنے والا آغاز میں [رَبَّنَا] کا اضافہ کرے اور سابقہ جملے سے رابطہ ختم کرنے کی خاطر [فا] کے بغیر یوں دعا کرے:

[رَبَّنَا ﴿اجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيٓ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾]

۲-۲: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک طویل روایت میں نقل کیا ہے، کہ جب خلیل الرحمٰن (یعنی ابراہیم) اپنے صاحب زادے اسماعیل علیہما السلام کے گھر مکہ مکرمہ تشریف لائے، تو انہوں نے اُن کے اور اُن کے اہلِ خانہ کے لیے درجِ ذیل الفاظ میں دعا کی:

"اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَهُمْ فِيْ اللَّحْمِ وَالْمَآءِ." [1]

[''اے اللہ! اُن کے لیے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرمائیے'']۔

۳-۳: ایک دوسری روایت میں ہے، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا:

"اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَهُمْ فِيْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ." [2]

[''اے اللہ! اُن کے لیے اُن کے کھانے اور پینے میں برکت عطا فرمائیے'']۔

دو تنبیہات:

i: [اَلْبَرَكَة] سے مراد...... جیسا کہ علامہ مبارک پوری نے لکھا ہے...... [خیر کا

---

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، كتاب الأنبيآء، باب يزفّون: النَّسَلان في المشي، جزء من رقم الرواية ٣٣٦٤، ٦/٣٩٧.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق، جزء من رقم الرواية ٣٣٦٥، ٦/٣٩٩.

زیادہ ہونا، بڑھنا اور دائمی ہونا] ہے۔ [1]

ii: اپنے لیے دعا کرنے والا، دونوں دعاؤں کو حسبِ ذیل الفاظ کے ساتھ کہے:

❀ "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ اللَّحْمِ وَالْمَآءِ."

[اے اللہ! میرے لیے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرمایئے]۔

❀ "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ طَعَامِيْ وَشَرَابِيْ."

[اے اللہ! میرے لیے میرے کھانے اور پینے میں برکت عطا فرمایئے]۔

اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص یا اشخاص کے لیے دعا کرنے والا حسبِ ذیل الفاظ کہے:

❀ " اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ طَعَامِنَا وَشَرَابِنَا."

❀ "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ اللَّحْمِ وَالْمَآءِ."

ب: موسیٰ علیہ السلام کی دو دعائیں:

۴-۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی حدودِ سلطنت سے بے سروسامانی کے عالم میں بھاگ کر مدین پہنچے۔ کنویں پر موجود دو لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا۔ پھر ایک درخت کے سائے تلے آکر درجِ ذیل دعا کی:

﴿رَبِّ إِنِّى لِمَآ أَنزَلْتَ إِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾ [2]

[اے میرے رب! آپ جو خیر بھی میری جانب نازل فرمائیں، بلاشبہ میں اس کا محتاج ہوں]۔

تنبیہ:

اپنے ساتھ دوسروں کو اس دعا میں شامل کرنے والا حسبِ ذیل الفاظ کہے:

❀ [رَبَّنَآ إِنَّنا لِمَآ أَنزَلْتَ إِلَيْنَا مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ].

---

[1] ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ۹/۲۹۶. نیز دیکھئے: فيض القدير للمناوي ۱/۲۹۶.

[2] سورة القصص/ جزء من الآية ۲۴.

۵-۲: حضرت موسیٰ نے ...... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا...... درج ذیل الفاظ کے ساتھ ایک اور دعا کی:

﴿وَ اكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ إِنَّا هُدْنَآ إِلَيْكَ﴾ [1]

[اور ہمارے لیے اس دنیا میں [حَسَـــنَةً] لکھ دیجیے اور آخرت میں (بھی)، یقیناً ہم نے آپ کے حضور توبہ کی]۔

تنبیہ:

[دنیا میں حَسَنَةً] سے مراد...... بقول قاضی بیضاوی...... [2] [معیشت کی عمدگی اور طاعت گزاری کی توفیق]

اور...... بقول شیخ سعدی...... [3] [علمِ نافع، کشادہ رزق اور عملِ صالح] ہے۔

ج: عیسیٰ علیہ السلام کی دعا:

۶-۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کی فرمائش پر ...... جیسا کہ قرآن کریم میں ہے...... دعا کرتے ہوئے عرض کیا:

﴿وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ [4]

[اور آپ ہمیں رزق عطا فرمائیے اور آپ ہی سب رزق دینے والوں میں سے بہترین ہیں]۔

تنبیہ:

اس جملے کے ساتھ دعا کرنے والا آغاز میں [رَبَّـــنَا] کا اضافہ کر کے اور [واوٗ] کو حذف کر کے یوں دعا کرے:

---

[1] سورة الأعراف/ جزء من الآية ١٥٦.
[2] ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ١/ ٣٦٢.
[3] ملاحظہ ہو: تفسير السعدي ص ٣٠٥.
[4] سورة المائدة/ جزء من الآية ١١٤.

❀ [رَبَّنَا (ارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ)].

د: آنحضرت ﷺ کی بیس دعائیں:

ہمارے نبی کریم ﷺ سے روایت کردہ متعدد دُعاؤں میں رزق طلب کیا گیا ہے۔اس مقام پر ایسی دعاؤں کو حسبِ ذیل تین عنوانات کے تحت توفیقِ الٰہی سے پیش کیا جارہا ہے:

ا: آنحضرت ﷺ کی اپنے لیے کی ہوئی دعائیں

ب: آنحضرت ﷺ کی دوسروں کو بتلائی ہوئی دعائیں

ج: آنحضرت ﷺ کی دوسروں کے لیے کی ہوئی دعائیں

ا: آنحضرت ﷺ کی اپنے لیے کی ہوئی دعائیں:

۷-۱: امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

[''نبی کریم ﷺ کی سب سے زیادہ کی جانے والی دُعا:

[رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ]

تھی۔''] ❶

[(اے) ہمارے رب! ہمیں دنیا میں [حَسَنَةً] دیجیے اور آخرت میں (بھی) [حَسَنَةً] اور ہمیں (دوزخ کی) آگ کے عذاب سے بچائیے]۔

امام مسلم کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں، آغازِ دُعا میں [رَبَّنَا] کی بجائے [اَللّٰهُمَّ] ہے۔ ❷

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب قول النبي ﷺ: ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾، رقم الحديث ٦٣٨٩، ١١/ ١٩١.

❷ ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعآء والتوبة والاستغفار، باب فضل الدعآء بـ [اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا ....]، رقم الحديث ٢٦ ـ (٢٦٩٠)، ٤/ ٢٠٧٠.

اس بنا پر اس دُعا کے آغاز میں:

[رَبَّنَا] یا [اَللّٰھُمَّ]

جو بھی کہا جائے گا، درست اور صحیح ہو گا۔

ii: [دُنیا میں حَسَنَةً] میں ...... بقول حافظ ابن کثیر ...... [1] عافیت، کشادہ گھر، اچھی بیوی، [2] فراخ رزق، علمِ نافع، عملِ صالح، آرام دہ سواری، عمدہ تعریف وغیرہ دنیا کی تمام (شرعی) مرغوب چیزیں داخل ہیں۔

[آخرت میں حَسَنَةً] میں بلند ترین چیز جنت میں داخلہ اور ضمنی طور پر بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہنا، حساب میں آسانی اور آخرت کے دیگر اچھے معاملات شامل ہیں۔

[دوزخ کی آگ سے نجات] میں حرام کردہ چیزوں اور گناہوں سے بچاؤ کے اسباب کا میسر آنا اور شبہات اور ناجائز باتوں اور کاموں کا ترک کرنا بھی شامل ہے۔ [3]

اس دعا نے ...... جیسے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر علماء نے بیان کیا ہے ...... [4] اپنے اندر دنیا کی ہر خیر کو سمو دیا اور ہر شر کو پھیر دیا۔

۸-۲: امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

[''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا (یعنی دعا کیا) کرتے تھے:

'' اَللّٰھُمَّ أَصْلِحْ لِي دِيْنِي الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِيْ،

وَأَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ،

وَأَصْلِحْ لِيْ آخِرَتِيْ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ،

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۶۱.

[2] خاتون کی دعا کی صورت میں [اچھا خاوند] مراد ہوگا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ. نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۱/ ۱۹۲.

[3] ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۶۱؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۱/۱۹۲.

[4] ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/۲۶۱-۲۶۲؛ و فتح الباري ۱۱/۱۹۱-۱۹۲.

وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ،
وَاجْعَلِ الْمُوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ.'' [1]

[''اے اللہ! میرے لیے میرے دین کی اصلاح فرما دیجئے، جو کہ میرے معاملے کو (برباد ہونے سے) سنبھالا دینے والا ہے
اور میرے لیے میری دنیا سُدھار دیجئے، جس میں میری معاش ہے
اور میرے لیے میری آخرت سنوار دیجئے، جس میں میرا پلٹ کر جانا ہے
اور میرے لیے زندگی کو ہر خیر میں اضافے کا باعث بنا دیجئے
اور موت کو ہر شر سے راحت (پانے کا ذریعہ) بنا دیجئے۔'']

اس دعا کے متعلق علامہ قرطبی نے تحریر کیا ہے:

[''دنیا و آخرت اور دین و دنیا کی خیر کو اپنے اندر سمونے والی یہ عظیم دعا ہے۔ ہر سننے والے پر لازم ہے، کہ اسے یاد کرے اور اس کے ساتھ رات اور دن کی گھڑیوں میں دعا کرے، شاید کہ قبولیت کی ساعت (میں اس دعا کے ساتھ فریاد کرنا) اس کے نصیب میں آ جائے، تو وہ دنیا و آخرت کی خیر حاصل کر لے۔''] [2]

۹-۳: امام مسلم نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہا (یعنی دعا کیا) کرتے تھے:

'' اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْهُدٰى، وَالتُّقٰى، وَالْعَفَافَ، وَالْغِنٰى'' [3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعآء والتوبة والاستغفار، باب التعوّذ من شرّ ما عمل، ومن شرّ مالم یعمل، رقم الحدیث ۷۱- (۲۷۲۰)، ۲۰۸۷/۴.

[2] المفهم ۴۹/۷.

[3] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعآء والتوبة والاستغفار، باب التعوّذ من شرّ ما عمل، و من شرّ ما لم یعمل، ۷۲- (۲۷۲۱)، ۲۰۸۷/۴.

[''اے اللہ! بلاشبہ میں آپ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور تونگری کا سوال کرتا ہوں۔'']

تنبیہ:

اپنے ساتھ دوسروں کو دعا میں شامل کرتے وقت یوں کہا جائے:

❀ ['' اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْهُدٰى، وَالتُّقٰى، وَالْعَفَافَ، وَالْغِنٰى'']

[اے اللہ! بلاشبہ ہم آپ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور تونگری کا سوال کرتے ہیں۔]

۱۰-۴: امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (نمازِ) فجر کا سلام پھیرنے کے وقت (یعنی بعد) کہا کرتے تھے:

'' اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا، وَّ رِزْقًا طَيِّبًا، وَّ عَمَلًا مُّتَقَبَّلًا.'' [1]

[''اے اللہ! یقیناً میں آپ سے نفع مند علم، (آپ کے حضور) مقبول عمل اور پاکیزہ رزق کا سوال کرتا ہوں۔'']

تنبیہ:

اپنے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنے کی صورت میں دعا یوں کی جائے:

❀ [اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا، وَّ رِزْقًا طَيِّبًا، وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا].

[''اے اللہ! یقیناً ہم آپ سے نفع مند علم، (آپ کے حضور) مقبول عمل اور پاکیزہ رزق کا سوال کرتے ہیں۔'']

[1] المسند، رقم الحديث ۲۶۶۰۲، ۲۲۱/٤٤. شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اس کی [سند کو ضعیف] کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۲۲۱/٤٤؛ و نتائج الأفكار ۲۲۷/۲).

۱۱-۵: امام احمد نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

[''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کا پانی لے کر حاضر ہوا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور (دعا کرتے ہوئے) کہا:

[''اَللّٰھُمَّ أَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيْ، وَ وَسِّعْ عَلَيَّ فِيْ ذَاتِيْ، [1] وَ بَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ.''] [2]

[''اے اللہ! میرے لیے میرے دین کی اصلاح فرما دیجیے اور مجھ پر میری ذات میں وسعت فرما دیجیے اور میرے لیے میرے رزق میں برکت فرمائیے'']۔

تنبیہ:

اپنے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنے کی صورت میں دعا یوں کی جائے:

❀ **[اَللّٰھُمَّ أَصْلِحْ لَنَا دِيْنَنَا، وَ وَسِّعْ عَلَيْنَا فِيْ ذَاتِنَا، وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ رِزْقِنَا].**

[اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے دین کی اصلاح فرما دیجیے اور ہماری ذات میں وسعت فرما دیجیے اور ہمارے لیے ہمارے رزق میں برکت فرمائیے]۔

۱۲-۶: امام طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ:

''أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ يَقُوْلُ:

''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ أَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ، وَانْقِطَاعِ عُمُرِيْ.'' [3]

---

[1] (وَ وَسِّعْ عَلَيَّ فِيْ ذَاتِيْ) سے مراد میرے لیے میرا سینہ کھول دیجیے اور میرے اخلاق میں وسعت پیدا فرما دیجیے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ۳۴۵/۳۲)۔

[2] المسند، رقم الحدیث ۱۹۵۷۴، ۳۴۴/۳۲-۳۴۵۔ شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اسے [حسن لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ۳۴۵/۳۲)۔

[3] مجمع الزوائد، کتاب الأدعیة، باب الأدعیة المأثورة عن رسول اللہ ﷺ التي دعابھا وعلّمھا ۱۸۲/۱۰۔ حافظ ہیثمی لکھتے ہیں، کہ اسے امام طبرانی نے [المعجم] الأوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی [سند حسن] ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۸۲/۱۰)۔

[''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

[''اے اللہ! اپنی جانب سے (عطا کردہ) میرا سب سے کشادہ رزق میری کہن سالی اور میری عمر کے ختم ہونے کے وقت فرما دیجیے''] ۔

تنبیہ:

دوسروں کو دعا میں اپنے ساتھ شریک کرنے کی صورت میں یوں کہا جائے:

❀ [اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ أَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيْنَا عِنْدَ كِبَرِ سِنِّنَا، وَانْقِطَاعِ عُمُرِنَا.]

[اے اللہ! اپنی جانب سے (عطا کردہ) ہمارا سب سے کشادہ رزق ہماری کہن سالی اور ہماری عمر کے ختم ہونے کے وقت فرما دیجیے] ۔

۱۳-۷: امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

[''رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

["اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ، فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ، فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ."] [1]

[''اے اللہ! یقیناً میں آپ سے بھوک سے پناہ مانگتا ہوں، کیونکہ بے شک وہ بہت بُری چمٹنے والی (چیز) ہے۔

اور میں آپ سے خیانت سے پناہ کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ بلاشبہ وہ بہت بُری باطنی خصلت ہے۔'']

---

[1] سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في الاستعاذة، رقم الحديث ١٥٤٤، ٤/ ٢٨٤؛ وسنن النسائي، كتاب الاستعاذة، الاستعاذة من الجوع، ٨/ ٢٦٣. شیخ البانی نے اسے [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن النسائي ٣/ ١١١٢).

تنبیہ:

اپنے ساتھ کسی اور فرد یا افراد کے لیے دعا کرتے ہوئے الفاظ درج ذیل ہوں گے:

❀ ["اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ، فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ ، وَ نَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ ، فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ."]

["اے اللہ! یقیناً ہم آپ کے ساتھ بھوک سے پناہ مانگتے ہیں، کیونکہ بے شک وہ بہت بُری چمٹنے والی (چیز) ہے

اور ہم آپ کے ساتھ خیانت سے پناہ کا سوال کرتے ہیں، کیونکہ بلاشبہ وہ بہت بُری باطنی خصلت ہے۔"]

۱۴-۸: امام نسائی نے مسلم بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک انہوں نے (فرض) نماز کے بعد اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا:

["اَللّٰھُمَّ إِنِّيْٓ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ، وَالْفَقْرِ ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ."]

["اے اللہ! یقیناً میں کفر، فقر اور قبر کے عذاب سے آپ کے ساتھ پناہ طلب کرتا ہوں"]۔

(ابن ابی بکرہ نے بیان کیا): "میں نے ان الفاظ کے ساتھ دُعا کرنا شروع کر دی، تو اُنہوں (یعنی میرے والد) نے کہا:

["اے میرے چھوٹے سے (یعنی پیارے) بیٹے! تمہیں یہ الفاظ کیسے سکھائے گئے ہیں؟"]

میں نے عرض کیا: "میں نے آپ کو یہ الفاظ (فرض) نماز کے بعد پڑھتے ہوئے سُنا، تو میں نے آپ سے لے (یعنی سیکھ) لیے۔"

انہوں نے فرمایا:

"فَالْزَمْهُنَّ يَا بُنَيَّ! فَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَدْعُوْ بِهِنَّ فِيْ دُبُرِ

الصَّلَاةِ." ❶

["اے میرے چھوٹے سے بیٹے! اُنہیں چمٹ جاؤ، ❷ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نماز کے بعد اُن کے ساتھ دُعا کیا کرتے تھے۔"]

اپنے ساتھ کسی اور شخص یا اشخاص کو شامل کرنے کی صورت میں دعا کے الفاظ حسبِ ذیل ہوں گے:

❀ [" اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ، وَالْفَقْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ."]

["اے اللہ! یقیناً ہم کفر، فقر اور قبر کے عذاب سے آپ کے ساتھ پناہ طلب کرتے ہیں"]۔

۱۵-۹: امام ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی کریم ﷺ کہا (یعنی دعا کیا) کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَ الْقِلَّةِ وَ الذِّلَّةِ، وَ أَعُوذُبِكَ مِنْ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ." ❸

["اے اللہ! یقیناً میں فقر، تنگ دستی اور ذلت سے آپ کی پناہ طلب کرتا ہوں اور میں ظلم کرنے اور ظلم کیے جانے سے آپ سے پناہ کا سوال کرتا ہوں"]۔

اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص یا اشخاص کو شامل کرنے کی صورت میں دعا کے الفاظ حسبِ ذیل ہوں گے:

❀ [اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَ الْقِلَّةِ وَ الذِّلَّةِ،

---

❶ سنن النسائي، كتاب الاستعاذة، الاستعاذة من الفقر، ۸/ ۲۶۲. شیخ البانی نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۳/ ۱۱۱۱).

❷ (چمٹ جاؤ): یعنی اس دعا کو ضرور مانگا کرو۔

❸ سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في الاستعاذة، رقم الحديث ۱۵۴۱، ۴/ ۲۸۲؛ و سنن النسائي، كتاب الاستعاذة، الاستعاذة من الذلّة، ۸/ ۲۶۱. الفاظ حديث سنن أبي داود کے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۱/ ۲۸۷؛ و صحيح سنن النسائي ۳/ ۱۱۱۱).

وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ نَظْلِمَ أَوْ نُظْلَمَ.]

[''اے اللہ! یقیناً ہم فقر، تنگ دستی اور ذلّت سے آپ کے ساتھ پناہ طلب کرتے ہیں اور ہم ظلم کرنے اور ظلم کیے جانے سے آپ کے ساتھ پناہ کا سوال کرتے ہیں]۔

ب: آنحضرت ﷺ کی دوسروں کو بتلائی ہوئی دعائیں:

۱۲-۱: امام مسلم نے ابو مالک اشجعی کے والد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

[''جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا، تو نبی کریم ﷺ اُسے نماز سکھلاتے، پھر اُسے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیتے:

'' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ، وَارْحَمْنِيْ، وَاهْدِنِيْ، وَعَافِنِيْ، وَارْزُقْنِيْ '' [2]

[''اے اللہ! مجھے معاف فرما دیجیے، مجھ پر رحم فرمایئے، مجھے ہدایت دیجیے، مجھے عافیت عطا فرمایئے اور مجھے رزق دیجیے'']۔

تنبیہ:

اس دعا میں اپنے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والا یوں کہے:

❀ [اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا، وَارْحَمْنَا، وَاهْدِنَا، وَعَافِنَا، وَارْزُقْنَا.]

[اے اللہ! ہمیں معاف فرما دیجیے، اور ہم پر رحم فرمایئے، اور ہمیں

---

[2] صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، رقم الحديث ۳۵ـ (۲۶۹۷)، ۴/ ۲۰۷۳.

❀ امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی کریم ﷺ دو سجدوں کے درمیان کہا کرتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ، وَارْحَمْنِيْ، وَعَافِنِيْ، وَاهْدِنِيْ، وَارْزُقْنِيْ''

(صحیح سنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين، رقم الحديث ۷۵۶ـ(۸۵۰)، ۱/ ۱۶۰). شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/ ۱۶۰).

ہدایت دیجیے، اور ہمیں عافیت دیجیے اور ہمیں رزق دیجیے]۔

۱۷-۲: امام مسلم نے عبدالملک بن سعید کے حوالے سے ابو حُمَید (یا ابو اُسَید) رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی، کہ اُنہوں (یعنی اُن دونوں میں سے ایک) نے بیان کیا:

[''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں سے (کوئی) ایک مسجد میں داخل ہو، تو اُسے چاہیے، کہ وہ کہے:

['' اَللّٰهُمَّ! افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.'']

[''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجیے'']۔

اور جب وہ (مسجد سے باہر) نکلے، تو اُسے چاہیے، کہ وہ کہے:

[''اَللّٰهُمَّ! إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ.''] [1]

[''اے اللہ! بے شک میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں'']۔

۱۸-۳: حضراتِ ائمہ احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

[''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جسے اللہ تعالیٰ (کوئی) کھانا کھلائے، تو اُسے چاہیے، کہ وہ کہے:

[اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِيْهِ، وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ.'']

[''اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت فرمائیے اور ہمیں اس سے بہتر (بھی) کھلائیے'']۔

اور جسے اللہ تعالیٰ دودھ پلائے، تو اُسے چاہیے، کہ وہ کہے:

[''اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِيْهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ.'']

[''اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت فرمائیے اور ہمیں (یعنی ہمارے لیے) اس سے زیادہ (عطا) فرمائیے'']۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب ما يقول إذا دخل المسجد، رقم الحديث ٦٨ـ (٧١٣)، ١/ ٤٩٤.

کیونکہ بے شک دودھ کے علاوہ، کوئی چیز بھی کھانے اور پینے (دونوں سے بیک وقت) کفایت نہیں کرتی۔''] [1]

حدیث کے حوالے سے دو باتیں:

i: بعض محدثین کی رائے میں یہ دعا کھانا تناول کرنے اور دودھ پینے کے وقت پڑھی جائے۔

اس بات کا بھی احتمال ہے، کہ یہ دعا کھانا کھانے اور پینے کے بعد کی ہو۔

شاید بہتر یہ ہو، کہ یہ دعا دونوں وقت پڑھ لی جائے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.

ii: [وَ أَطْعِمْنَا خَیْرًا مِّنْہُ]: [اس سے بہتر کھلایئے] سے مراد یہ ہے، کہ:

جنت میں اس سے بہتر کھانا عطا فرمانا

یا دعا میں عموم ہے، کہ ہمیں دنیا و آخرت، دونوں میں، اس سے بہتر کھانا عطا فرمایئے۔

۱۹-۴: امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''فاطمہ رضی اللہ عنہا خادم طلب کرنے کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا:

[''جو چیز تم مانگنے آئی ہو، وہ تمہیں زیادہ پسند ہے یا اُس سے بہتر چیز؟'']

انہوں [حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ] نے بیان کیا:

---

[1] المسند، جزء من رقم الحدیث ۱۹۷۸، ۳/ ۴۳۹ ـ ۴۴۰ ؛ و سنن أبي داود، کتاب العلم، باب ما یقول إذا شرب اللبن، جزء من رقم الحدیث ۳۷۲۴، ۱۰/ ۱۴۱؛ وجامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ما یقول إذا أکل طعامًا ، جزء من رقم الحدیث ۳۶۸۴، ۹/ ۲۹۵ ـ ۲۹۶ ؛ والسنن لابن ماجه، أبواب الأطعمة ، باب اللبن، رقم الحدیث ۳۳۲۲، ص ۵۵۱. الفاظِ حدیث المسند کے ہیں۔ امام ترمذي اور شیخ البانی نے اسے [حسن]، شیخ ارناؤوط ، اُن کے رفقاء اور شیخ عصام نے [حسن لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۹/ ۲۹۶ ؛ و صحیح سنن الترمذي ۳/ ۱۵۹ ؛ وهامش المسند ۳/ ۴۴۰-۴۴۱؛ وهامش السنن لابن ماجه ، ص ۵۵۱).

''میرا گمان ہے، کہ انہوں نے [یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت] علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔'' ❶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم کہو:

[اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ! وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ! رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ!
مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ! فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى!
أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ، أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ.
أَنْتَ الْأَوَّلُ، فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْاٰخِرُ، فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ، فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ،
اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ، وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ. ❷]

[ترجمہ: ''اے اللہ! (اے) آسمانوں کے رب! اور (اے) عرشِ عظیم کے رب! (اے) ہمارے رب اور (اے) ہر چیز کے رب!

[اے] تورات، انجیل اور قرآن کے نازل فرمانے والے! [اے] دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے!

میں ہر چیز کے شر سے آپ کی پناہ طلب کرتا ہوں، کہ آپ اُس کی پیشانی پکڑنے والے ہیں۔

---

❶ سنن ابن ماجہ میں ہے: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: ''آپ کہیے: ''نہیں، بلکہ وہ [زیادہ پسند ہے]، جو اس سے بہتر ہے۔'' (السنن للإمام ابن ماجه، أبواب الدعاء، باب دعاء رسول الله ﷺ، جزء من رقم الحديث ٣٨٣١، ص ٦٢٢).

❷ جامع الترمذي، أبواب الدعوات عن رسول الله ﷺ، باب، رقم الحديث ٣٧١٢، ٩/ ٣١٨؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، ٣/ ١٥٧. الفاظِ حدیث المستدرک کے ہیں۔ امام حاکم نے اسے [بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے اُن کے ساتھ موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٣/ ١٥٧؛ والتلخيص ٣/ ١٥٧؛ وصحيح سنن الترمذي ٣/ ١٦٤).

آپ اوّل ہیں، سو آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں، آپ آخر ہیں، سو آپ کے بعد کوئی چیز نہیں،

آپ ظاہر ہیں، سو کوئی چیز آپ کے اوپر نہیں اور آپ باطن ہیں، سو کوئی چیز آپ سے زیادہ پوشیدہ نہیں۔

ہماری طرف سے قرض ادا فرما دیجیے اور ہمیں فقر سے مستغنی فرما دیجیے'']۔

۲۰-۵: امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ ایک مکاتب ❶ اُن کے پاس آیا اور عرض کیا:

[''میں حصولِ آزادی کے لیے طے شدہ رقم ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہوں، اس لیے آپ میرے ساتھ تعاون کیجیے۔''

انہوں نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھا دوں، جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھلائے تھے؟

اگر تمہارے ذمہ جبل صِیر ❷ کے برابر بھی قرض ہو، تو اللہ تعالیٰ [ان کلمات کی وجہ سے] تمہاری طرف سے ادا کر دیں گے۔''

(پھر) فرمایا: ''تم کہو:

[''اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَنْ سِوَاكَ''.] ❸

[ترجمہ: ''اے اللہ! اپنے حلال کے ساتھ اپنی حرام کردہ چیزوں سے میری کفایت فرما دیجیے اور اپنے سوا مجھے ہر شخص سے بے نیاز فرما دیجیے۔'']

---

❶ (مکاتَب): کچھ مال یا خدمت کے بدلے میں اپنے مالک سے آزادی حاصل کرنے کا معاہدہ کرنے والا غلام۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ١٠/٦-٧).

❷ (جبل صِیر): ایک پہاڑ کا نام۔ (ملاحظہ ہو: النهاية في غريب الحديث و الأثر، مادة "صير"، ٣/٦٦).

❸ جامع الترمذي، أحاديث شتّى من أبواب الدعوات، باب، رقم الحديث ٣٧٩٨، ١٠/٦-٧. شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ٣/١٨٠).

تنبیہ:

کسی دوسرے شخص یا اشخاص کو دعا میں شریک کرنے کی حالت میں کہا جائے:

❀ [اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَأَغْنِنَا بِفَضْلِكَ عَنْ سِوَاكَ].

[اے اللہ! اپنے حلال کے ساتھ اپنی حرام کردہ چیزوں سے ہماری کفایت فرما دیجئے اور اپنے سوا ہمیں ہر شخص سے بے نیاز فرما دیجیے]۔

۲۱-۶: امام طبرانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، (کہ) رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

[''کیا میں تمہیں ایک ایسی دعا نہ سکھلاؤں، کہ اگر تم پر اُحد پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو اور تم اُس دعا کے ساتھ فریاد کرو، تو اللہ تعالیٰ اُس (قرض) کی تم سے ادائیگی فرما دیں؟

اے معاذ! تم کہو:

[اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ! تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ، وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ، وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ، بِيَدِكَ الْخَيْرُ، إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَرَحِيْمَهُمَا!

تُعْطِيْهِمَا مَنْ تَشَآءُ، وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَآءُ،

اِرْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَّحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ. [1]]

---

[1] منقول از: الترغیب والترهیب، کتاب البیوع وغیرها، رقم الحدیث ۳، ۲/ ۶۱۴۔ حافظ منذری نے تحریر کیا ہے: ''اسے (امام) طبرانی نے [المعجم] الصغیر میں [عمدہ سند] کے ساتھ روایت کیا ہے۔'' (المرجع السابق ۲/ ۶۱۴)۔ حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: ''اسے (امام) طبرانی نے [المعجم] الصغیر میں روایت کیا ہے اور اس کے روایت کرنے والے [ثقہ] ہیں۔'' شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۸۶؛ وصحیح الترغیب والترهیب ۲/ ۳۶۰)۔

[''اے اللہ! بادشاہی کے مالک، آپ جسے چاہیں، بادشاہت عطا فرماتے ہیں اور جس سے چاہیں، چھین لیتے ہیں اور آپ جسے چاہیں، عزت سے نوازتے ہیں اور جسے چاہیں ذلیل کرتے ہیں۔ تمام خیر آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر کمال قدرت رکھتے ہیں۔

[اے] دنیا و آخرت کے نہایت مہربان، انتہائی رحم فرمانے والے!

آپ جسے چاہیں، وہ دونوں عطا فرماتے ہیں اور جس سے چاہیں، ان دونوں میں سے روک لیتے ہیں۔

مجھ پر ایسی رحمت فرمائیے، کہ اُس کے ساتھ آپ مجھے اپنے سوا ہر کسی کی رحمت سے بے نیاز فرمادیں'']۔

حافظ منذری نے اس حدیث کو درج ذیل عنوان کے تحت ذکر کیا ہے:

[اَلتَّرغِیبُ فِيْ كَلِمَاتٍ یَقُوْلُهُنَّ الْمَدْیُوْنُ، وَ الْمَهْمُوْمُ، وَالْمَكْرُوْبُ، وَالْمَأْسُوْرُ]. [1]

[اُن کلمات (کے پڑھنے) کی ترغیب جنہیں مقروض، پریشان حال، شدید مصیبت زدہ اور قیدی کہے]۔

آنحضرت ﷺ کی دوسروں کے لیے کی ہوئی دعائیں:

۲۲-۱: امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی نے حضرت عمرو بن حُریث رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ:

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے اور وہ بچوں کی طرز پر (چیزیں) فروخت کررہے [2] تھے، تو آنحضرت ﷺ

---

[1] الترغيب والترهيب ٢/ ٦١٣.

[2] (بچوں کی طرز پر): شاید اس سے مراد یہ ہو، کہ جس طرح بچے آپس میں کھیل کود کے طور پر خرید و فروخت کرتے ہیں، وہ بھی ایسے ہی کر رہے تھے، یا مراد یہ ہو، کہ وہ معمولی چیزیں یا بچوں کی چیزیں فروخت کر رہے تھے۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ. مسند أبي يعلى میں ہے: (مَعَ الْغِلْمَانِ) [لڑکوں کے ساتھ].

نے (اُن کے لیے دُعا کرتے ہوئے) کہا:

''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُ فِيْ بَيْعِهِ..... أَوْ قَالَ..... فِي صَفْقَتِهِ.'' [1]

[''اے اللہ! اُس کے لیے اُس کی تجارت...... یا آنحضرت ﷺ نے کہا...... اُس کے سودے میں برکت عطا فرمائیے''] ۔

تنبیہ:

اپنے لیے یہ دُعا کرنے والا شخص حسبِ ذیل الفاظ کہے:

❀ [اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ بَيْعِيْ.]

[اے اللہ! میرے لیے میری تجارت میں برکت عطا فرمائیے] ۔

اور اگر چاہے، تو کہے:

❀ [اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ صَفْقَتِيْ.]

[اے اللہ! میرے لیے میرے سودے میں برکت عطا فرمائیے] ۔

اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص یا اشخاص کو دعا میں شامل کرنے کی صورت میں کہے:

❀ [اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ بَيْعِنَا.]

[اے اللہ! ہمارے لیے ہماری تجارت میں برکت عطا فرمائیے] ۔

اور اگر چاہے، تو کہے:

❀ [اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَفْقَتِنَا.]

[اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے سودے میں برکت فرمائیے] ۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

---

[1] مسند أبي يعلى، رقم الحديث ١٢ـ (١٤٦٧)، ٣/ ٤٧؛ ومجمع الزوائد، كتاب المناقب، باب في عبدالله بن جعفر رضی اللہ عنہما وغيره، ٩/ ٢٨٦. الفاظِ دُعا مجمع الزوائد کے ہیں۔ حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: ''اسے (امام) ابویعلیٰ اور (امام) طبرانی نے روایت کیا ہے اور اُن دونوں کے راویان ثقہ ہیں۔'' (المرجع السابق ٩/ ٢٨٦).

۲۳-۲: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، (کہ) بلاشبہ انہوں نے عرض کیا:

[''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انس: آپ کا خادم، اللہ تعالیٰ سے اُس کے لیے دعا کیجئے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعا کرتے ہوئے) کہا:

'' اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ، وَبَارِكْ لَهُ فِيْمَآ أَعْطَيْتَهُ '' [1]

[''اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر دیجیے اور آپ نے اسے جو کچھ عطا فرمایا ہے، اُس میں اُس کے لیے برکت فرما دیجیے'']۔

تنبیہ:

یہ دعا اپنے لیے حسبِ ذیل الفاظ کے ساتھ پڑھی جائے گی:

❀ [**اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالِيْ وَوَلَدِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَآ أَعْطَيْتَنِيْ.**]

[اے اللہ! میرے مال اور اولاد کو زیادہ کر دیجیے اور آپ نے مجھے جو کچھ دیا ہے، اس میں میرے لیے برکت فرما دیجیے۔]

اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص یا اشخاص کو دعا میں شامل کرنے کی صورت میں کہے:

❀ [**اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ أَمْوَالَنَا وَ أَوْلَادَنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَآ أَعْطَيْتَنَا.**]

[اے اللہ! ہمارے مالوں اور اولادوں کو زیادہ کر دیجیے اور آپ نے ہمیں جو کچھ دیا ہے، اُس میں ہمارے لیے برکت فرما دیجیے]۔

۲۴-۳: حضرات ائمہ احمد، بخاری اور ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سُلیم رضی اللہ عنہا کی فرمائش پر انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا:

---

[1] متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعآء بكثرة المال والولد مع البركة، رقم الحديثين ٦٣٧٨ و ٦٣٧٩، ١٨٢/١١؛ و صحيح مسلم، كتاب فضآئل الصحابة، باب من فضآئل أنس بن مالك رضی اللہ عنہ، رقم الحديث ١٤١ ـ (٢٤٨٠)، ١٩٢٨/٤. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

[اَللّٰھُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَّ وَلَدًا، وَ بَارِكْ لَهُ فِيْهِ][1]

[''اے اللہ! اُسے مال اور اولاد عطا فرمایئے اور اُس کے لیے اُس (یعنی عطا کردہ مال و اولاد) میں برکت فرمایئے''].

تنبیہ:

دو کے لیے دعا کرتے ہوئے یوں کہا جائے:

❀ [اَللّٰھُمَّ ارْزُقْهُمَا مَالًا وَّ وَلَدًا، وَ بَارِكْ لَهُمَا فِيْهِ]

[اے اللہ! ان دونوں کو مال اور اولاد دیجیے اور ان دونوں کے لیے اس میں برکت فرمایئے].

دو سے زیادہ کے لیے یوں دعا کرے:

❀ [اَللّٰھُمَّ ارْزُقْهُمْ مَالًا وَّ وَلَدًا، وَ بَارِكْ لَهُمْ فِيْهِ]

[اے اللہ! انہیں مال اور اولاد دیجیے اور اُن کے لیے اس میں برکت فرمایئے].

اپنے لیے یوں دعا کرے:

❀ [اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِيْ مَالًا وَّ وَلَدًا، وَ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ]

[اے اللہ! مجھے مال اور اولاد دیجیے اور میرے لیے اس میں برکت فرمایئے].

اپنے ساتھ کسی اور کو شامل کرنے کی صورت میں حسبِ ذیل الفاظ کے ساتھ دعا کرے:

❀ [اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مَالًا وَّ وَلَدًا، وَ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ]

---

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب من زار قوما فلم یفطر عندهم، جزء من رقم الحدیث ۱۹۸۲، ۴/۲۲۸؛ و المسند، جزء من رقم الحدیث ۱۲۰۵۳، ۱۹/۱۰۹؛ و مسند أبي یعلی الموصلی، جزء من رقم الحدیث ۱۱۲۳- (۳۸۷۸)، ۶/۴۷۰-۴۷۱. دعا کے الفاظ مسند احمد اور مسند الموصلی کے ہیں۔ صحیح البخاري میں دعا [فِيْهِ] کے بغیر ہے۔ البتہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے، کہ صحیح بخاری کے الکُشْمِيْهَنِيْ کے حوالے سے نقل کردہ نسخہ میں [فِيْهِ] ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ۴/۲۲۹).

[اے اللہ! ہمیں مال اور اولاد دیجیے اور ہمارے لیے اُس میں برکت فرمائیے]۔

۲۵-۴: امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) اُنہوں نے بیان کیا:

[''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد کے ہاں تشریف لائے۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا اور وَطْبَـــــہ [1] پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے تناول فرمایا۔ پھر کھجوریں لائی گئیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے لیتے رہے۔

پھر (ایک) مشروب لایا گیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے پیا۔

پھر میرے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی باگ تھامی اور عرض کیا:

''ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجیے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (دُعا کرتے ہوئے) کہا:

''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ،

وَاغْفِرْ لَهُمْ،

وَارْحَمْهُمْ.'' [2]

[''اے اللہ! آپ نے اُنہیں جو رزق دیا ہے، اُس میں برکت فرمائیے،

اور اُنہیں بخش دیجیے،

اور اُن پر رحم فرمائیے۔'']

اس حدیث سے میزبان کا مہمان سے دُعا کی فرمائش کرنا اور مہمان کا مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ دعا کرنا ثابت ہوتا ہے۔

---

[1] وَطْبَة: عربوں کا ایک حلوہ، جو کہ کھجور، پنیر اور گھی سے بنتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش صحيح مسلم للشيخ محمد فؤاد، ۳/ ۱۶۱۵).

[2] صحیح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب وضع النوى خارج التمر، ......، رقم الحديث ۱۴۶- (۲۰۴۲) باختصار، ۳/ ۱۶۱۵-۱۶۱۶.

تنبیہ:

یہ دُعا اپنے لیے حسبِ ذیل الفاظ کے ساتھ پڑھی جائے گی:

❀ [اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ،
وَاغْفِرْلِيْ،
وَارْحَمْنِيْ].

[اے اللہ! آپ نے مجھے جو رزق دیا ہے، اُس میں برکت فرمائیے اور مجھے بخش دیجیے اور مجھ پر رحم فرمائیے]۔

اگر اپنے ساتھ دیگر افراد کو شامل کرنا ہو، تو دُعا کے الفاظ اس طرح ہوں گے:

❀ [اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْمَا رَزَقْتَنَا،
وَاغْفِرْلَنَا،
وَارْحَمْنَا].

[اے اللہ! آپ نے ہمیں جو رزق دیا ہے، اُس میں برکت فرمائیے اور ہمیں بخش دیجیے اور ہم پر رحم فرمائیے]۔

۲۶-۵: امام احمد نے حضرت عبداللہ بن بُسر مازنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ہاں کھانا تناول فرمایا۔ پھر اُن کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا:

[اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ،
وَ ارْحَمْھُمْ،
وَ بَارِكْ عَلَيْھِمْ،
وَ وَسِّعْ عَلَيْھِمْ فِيْ أَرْزَاقِھِمْ]. [1]

[1] المسند، جزء من رقم الحدیث ۱۷٦۷۸، ۲۹/۲۲٤-۲۲٥. شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اس کی [سند کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ۲۹/۲۲٥).

[''اے اللہ! انہیں معاف فرما دیجیے، اوراُن پر رحم فرمایئے اور اُن پر برکت فرمایئے اوراُن کے رزق میں وسعت فرمایئے''] ۔

تنبیہ:

اپنے لیے یوں دعا کی جائے:

❀ [اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِي،

وَ ارْحَمْنِي،

وَ بَارِكْ عَلَيَّ،

وَ وَسِّعْ عَلَيَّ فِيْ رِزْقِيْ].

[اے اللہ! مجھے معاف فرما دیجیے اور مجھ پر رحم فرمایئے اور مجھ پر برکت فرمایئے اور میرے رزق میں وسعت فرمایئے]۔

اپنے ساتھ کسی اور کو شامل کرنے کی صورت میں حسبِ ذیل الفاظ کے ساتھ دعا کی جائے:

❀ [اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا،

وَ ارْحَمْنَا،

وَ بَارِكْ عَلَيْنَا،

وَ وَسِّعْ عَلَيْنَا فِيْ رِزْقِنَا].

[اے اللہ! ہمیں معاف فرما دیجیے اور ہم پر رحم فرمایئے اور ہم پر برکت فرمایئے اور ہمارے رزق میں وسعت فرمایئے]۔

اے ربِّ کریم! ہمیں، ہمارے بہن بھائیوں اورنسلوں کو ان دعاؤں کے ساتھ رزق طلب کرنے اور پاکیزہ فراخ رزق پانے والوں، میں شامل فرما دیجیے۔ إِنَّكَ جَوَّادٌ كَرِيْمٌ.

تنبیہات

اس مقام پر معزز قارئین کی توجہ درجِ ذیل چار باتوں کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں:

۱: رزق کے حصول کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا:

ہر حاجت مند طاقت رکھنے والے شخص پر رزق حاصل کرنے کی غرض سے جدوجہد فرض ہے۔ امام طبرانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، (کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ." [1]

[ہر مسلمان پر حلال (رزق) کا طلب کرنا واجب ہے]۔

رزق کے لیے دعائیں کرنے کا مقصود یہ نہیں، کہ اُن کے کرنے کے بعد بندہ یہ سمجھ لے، کہ وہ اس حوالے سے اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کے حاصل کرنے کے معنوی اور مادی اسباب [2] مقرر فرما رکھے ہیں۔ اسی طرح رزق کے حصول میں معنوی و مادی رکاوٹیں ہیں۔

---

[1] منقول از: الترغيب و الترهيب، كتاب البيوع و غيرها، الترغيب في طلب المال ……، رقم الحديث ٢، ٢/٥٤٦؛ و مجمع الزوائد، كتاب الزهد، باب طلب الحلال و البحث عنه، ١٠/٢٩١. حافظ منذری اور حافظ ہیثمی، دونوں نے اس کی [سند کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الترغيب و الترهيب ٢/٥٤٦؛ و مجمع الزوائد ١٠/٢٩١)۔

[2] معنوی اسباب میں سے استغفار و توبہ، تقویٰ توکل وغیرہ ہیں۔ راقم السطور کی طبع شدہ کتاب [رزق کی کنجیاں] میں [دعا] کے علاوہ ایسے انتیس اسباب اور زیرِ طبع ایڈیشن میں بتیس اسباب توفیقِ الٰہی سے ذکر کیے گئے ہیں۔ مادی اسباب میں سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے جسمانی، دماغی وغیرہ قوتوں اور صلاحیتوں کو حصولِ رزق کی جدوجہد میں لگانا۔

رزق طلب کرنے والا اس بات کا پابند ہے، کہ تاحدِ استطاعت معنوی و مادی اسباب اختیار کرنے کی سرتوڑ کوشش کرے اور معنوی و مادی رکاوٹوں [1] سے خود کو محفوظ رکھنے کی خاطر مقدور بھر جدوجہد کرے۔ رزق کے معنوی اسباب میں ایک بہت ہی موثر اور زور دار سبب دعا کرنا ہے، لیکن صرف ایک سبب پر اکتفا کرتے ہوئے باقی اسباب کو نظر انداز کرنا درست نہیں۔

۲: دعاؤں کی قبولیت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دُور کرنا:

طلبِ رزق کے لیے قرآن و سنت سے ثابت شدہ دعائیں یقیناً مؤثر، مفید اور نفع مند ہیں، لیکن ہماری طرف سے پیدا کردہ رکاوٹیں ہمیں اُن کی خیر و برکات سے محروم کر دیتی ہیں۔ ایسی رکاوٹوں میں سے چھ درج ذیل ہیں:

i: بے توجہگی اور غفلت سے دعا مانگنا

ii: حرام کمائی

iii: گناہ کی دعا کرنا

iv: قطع رحمی کی دعا کرنا

v: عجلت پسندی

vi: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑنا [2]

ربّ کریم ہمیں خود میں موجود رکاوٹوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات دیں اور آئندہ پیدا ہونے والی رکاوٹوں سے محفوظ فرما دیں۔ إِنَّهُ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ.

---

[1] معنوی رکاوٹوں میں سے یتیموں کی تکریم نہ کرنا، مسکینوں کے کھانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہ دینا، مال وراثت ہڑپ کر جانا، مال سے شدید محبت کرنا وغیرہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو: سورۃ الفجر / الآیات ۱۷ - ۲۰)۔ مولائے کریم اس حوالے سے زیرِ تفکیر کتاب کو پیش کرنے کی جلد توفیق عطا فرمائیں۔ إِنَّهُ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ. مادی رکاوٹوں میں سستی، کاہلی، لاپروائی وغیرہ شامل ہیں۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ''اذکار نافعہ'' صفحات ۱۸۰-۱۸۲۔

۳۔ قبولیتِ دعا کے اسباب کا اہتمام کرنا:

ربِّ کریم دعاؤں کے قبول کرنے میں کسی سبب کے محتاج نہیں۔ وہ اسباب کی عدم موجودگی میں بھی دعاؤں کو قبول اور اُن کی موجودگی میں ردّ فرما سکتے ہیں۔ وہ [يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ] [وہ جو چاہیں، کرتے ہیں] کی صفت والے ہیں، لیکن انہوں نے اپنی حکمت سے دعاؤں کی قبولیت کو کچھ اسباب سے وابستہ فرما دیا ہے۔ اُنہی میں سے سات درجِ ذیل ہیں:

i: قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا کرنا:

ا: امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

[''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اُدْعُوا اللّٰهَ وَ أَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْإِجَابَةِ.'' [1]

[''اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا کرو''] ۔

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

''أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ، وَ أَنَا مَعَهُ حِيْنَ يَذْكُرُنِيْ.'' [2]

[''میں اپنے بندے کے میرے بارے میں گمان کے مطابق ہوں اور

---

[1] جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب، جزء من رقم الحديث ۳۷۰۹، ۹/۳۱٦. شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۳/۱٦٤).

[2] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: (وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ)، ......، جزء من رقم الحديث ۷٤۰۵، ۱۳/۳۸٤؛ و صحيح مسلم، كتاب الذكر و الدعآء و التوبة و الاستغفار، باب الحث على ذكر الله تعالى، جزء من رقم الحديث ۲-(۲۷٦۵) ٤/۲۰٦۱. الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔'']

(أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ) سے مراد یہ ہے، کہ میں بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں اور میرے بارے میں اُس کی توقع کے موافق، اُس کے ساتھ سلوک کرتا ہوں۔ [1]

رزق کے لیے دعا کرنے والا اس یقین کے ساتھ دعا کرے، کہ الرزّاق ذوالقوۃ المتین مجھے ضرور رزق عطا فرمائیں گے۔

ii: خوف و طمع سے دعا کرنا:

iii: اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالانا:

رب کریم نے فرمایا:

﴿وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [2]

[اور اُنہیں خوف اور طمع سے پکارو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں کے بہت نزدیک ہے]۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں دو باتیں فرمائیں:

پہلی بات یہ ہے، کہ انہوں نے حکم دیا، کہ دعا ڈرتے ہوئے طمع سے کرو۔ یعنی اپنے گناہوں کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب سے ڈرتے ہوئے، کہ وہ تمہارے گناہوں کے سبب ناراض ہو کر دعا مسترد نہ فرما دیں۔ اسی حکم میں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا، کہ طمع کرتے ہوئے، یعنی امید رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ضرور میری دادرسی فرمائیں۔

دوسری بات یہ ہے، کہ انہوں نے ایک عظیم الشان بشارت دی ہے، کہ:

---

[1] ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ٥/١٧٢٣۔ [2] سورة الأعراف/ جزء من الآية ٥٦۔

[بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں سے بہت نزدیک ہے]۔

اور احسان کرنے والوں سے مراد...... جیسا کہ امام ابن قیم نے بیان کیا ہے [1] ......احکامِ الٰہیہ کو بجالانے والے۔

آیتِ شریفہ کا مقصود ......وَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ...... یہ ہے، کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی مانتے ہیں، تو رب ذوالجلال اُن کی مانتے ہوئے، اُن کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا فرما دیتے ہیں۔

اے رب کریم! ہمیں دونوں باتوں سے مالا مال فرما دیجیے۔ آمِین یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ.

iv: بھلائی کے کاموں میں آپس میں دوڑ لگاتے رہنا:

v: اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتے رہنا:

سورۃ الأنبیاء میں اللہ تعالیٰ نے سولہ انبیاء علیہم السلام پر اپنے انعامات اور اُن کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا فرمانے کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسٰرِعُونَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَ كَانُوا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ [2]

[بلاشبہ وہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی خاطر دوڑ لگاتے رہتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے ہی لیے عاجزی کرنے والے تھے]۔

[إِنَّهُمْ] سے مراد اسی سورت میں اس سے پہلے ذکر کردہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ [3]

---

[1] ملاحظہ ہو: التفسير القيم ص ٢٥٨.
[2] سورة الأنبيآء/ جزء من الآية ٩٠.
[3] ملاحظہ ہو: الكشاف ٢/٥٨٢؛ و بدائع التفسير ٢/٢٠١؛ و تفسير البيضاوي ٢/٧٨؛ و تفسير أبي السعود ٦/٨٣؛ و تفسير التحرير و التنوير ١٧/١٣٦. وہ انبیاء: موسیٰ، ہارون، ابراہیم، لوط، اسحاق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، اسماعیل، ادریس، ذی الکفل، یونس، زکریا، یحییٰ علیہم السلام ہیں۔

آیتِ شریفہ کے اس حصے کا مقصود یہ ہے، کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو کچھ حاصل کیا، وہ اُن قابلِ تعریف (تین) خصلتوں کی بنا پر کیا۔ ❶

پس رزق کے لیے اپنی دعاؤں کو قبول کروانے کی رغبت رکھنے والا ان تین خصلتوں سے خود کو مالا مال کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہے۔ اے رب کریم! ہمیں بھی ایسے خوش نصیب لوگوں میں شامل فرما دیجیے۔ آمِین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ .

آیتِ شریفہ میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے انعامات پانے اور دعاؤں کے قبول کروانے کا پہلا سبب:

(إِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ) بیان کیا گیا ہے۔

[ترجمہ: بلاشبہ وہ خیر کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی خاطر دوڑ لگاتے رہتے تھے]۔

ذیل میں اس کے متعلق تین باتیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی نیکی کے کام کرنے سے متعلق بات کا آغاز [كَانُوْا] سے فرمایا۔ جس سے...... وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ ......مقصود یہ ہے، کہ ایسے کاموں کا کرنا اُن کے حوالے سے وقتی کیفیت یا حادثاتی بات نہ تھی، بلکہ ایسا کرنا اُن کی طبیعت اور مزاج کا حصہ بن چکا تھا۔ ❷

ب: نیکی کے کام کرنے کے لیے [يُسَارِعُوْنَ] کا لفظ استعمال فرمایا۔ یہ [سَارَعَ يُسَارِعُ مُسَارَعَةً] باب [مُفَاعَلَة] سے ہے، جس کے خواص میں سے ایک [مشارکہ] ہے۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے، کہ وہ نیکی اور خیر کی باتوں میں اس قدر اہتمام، توجہ، دھیان اور شوق و ذوق سے جُتے رہتے تھے، کہ اُن میں سے ہر ایک

❶ ملاحظہ ہو: الكشاف ٢/٥٨٢؛ و تفسير البيضاوي ٢/٧٨؛ و تفسير أبي السعود ٦/٨٣؛ و تفسير التحرير و التنوير ١٧/١٣٦.

❷ ملاحظہ ہو: تفسير التحرير و التنوير ١٧/١٣٦۔

دوسرے پر بازی لے جانے کی فکر میں مگن دکھائی دیتا تھا۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.

ج: اللہ تعالیٰ نے [فِي الْخَيْرَاتِ] [بھلائی کے کاموں میں] فرمایا۔ [إِلَى الْخَيْرَاتِ] [بھلائی کے کاموں کی طرف] نہیں فرمایا۔ اس میں حکمت یہ ہے، کہ اُن کی جولان گاہ اور دائرۂ حرکت خیر، بھلائی، نیکی اور نفع والے اعمال ہی میں منحصر تھا۔ کسی ایک نیکی میں ہمہ تن لگ جانے سے پہلے بھی وہ اُسی نیکی میں یا اس جیسی کسی اور خیر میں مگن ہوتے تھے اور اس کے کرنے کے بعد بھی اُن کی توجہ، اہتمام اور دائرہ عمل نیکی کے کاموں ہی میں محدود تھا۔ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ. [1]

vi: فرض عبادات کے ساتھ نفلی عبادات کا اہتمام:

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَ مَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ.

وَ مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ.

فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَ بَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَ يَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَ رِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا.

وَ إِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَ لَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ.'' [2]

[''میرا بندہ کسی ایسی چیز سے میرے قریب نہیں ہوتا، جو مجھے اس پر فرض کردہ باتوں سے زیادہ پیاری ہو۔ [3]

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ٦/٨٣.

[2] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، جزء من رقم الحديث ٦٥٠٢، ١١/٣٤٠-٣٤١.

[3] یعنی بندہ فرائض ادا کرنے سے میری سب سے زیادہ قربت حاصل کرتا ہے۔

میرا بندہ نفلی عبادات کر کے میرے اس قدر قریب ہو جاتا ہے، کہ میں اُس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔

پھر جب میں اُس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں، تو میں اُس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے، اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ [1]

اگر وہ مجھ سے سوال کرے، تو یقیناً میں اُسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے (کسی دشمن یا مصیبت سے) پناہ طلب کرے، تو یقیناً میں اُسے ضرور پناہ دیتا ہوں]۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''اس حدیث (کے فوائد) میں یہ بھی ہے، کہ قسم کے ساتھ تاکید شدہ اس سچے وعدے کی بنا پر، اُس شخص کی دعا ردّ نہیں کی جاتی، جس نے اپنے ذمہ فرائض کو ادا کیا اور نفلی عبادات کے ذریعہ تقربِ (الٰہی) حاصل کیا۔'' [2]

vii: خوشحالی میں زیادہ دعائیں کرنا:

ا: امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَّسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ الشَّدَآئِدِ وَ الْكُرَبِ فَلْيُكْثِرِ

---

[1] محدثین نے اس کے متعدد معانی بیان کیے ہیں، جن میں سے دو حسبِ ذیل ہیں:
i: وہ صرف اُسی سننے، دیکھنے، پکڑنے اور اُسی کی طرف چلنے کو پسند کرتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔
ii: اللہ تعالیٰ اُس کے کانوں، آنکھوں، ہاتھوں اور قدموں کی حفاظت کرنے والے ہو جاتے ہیں، تو وہ اُن سے کوئی ناجائز بات یا چیز سنتا، دیکھتا، پکڑتا اور اس کی طرف چلتا نہیں۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۱/۳۴۴).

[2] ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۱/۳۴۵.

الدُّعَآءَ فِي الرَّخَآءِ.'' [1]

[''جس شخص کو یہ پسند ہو، کہ اللہ تعالیٰ شدید حادثات اور دل گداز غموں میں اس کی فریاد سنیں، تو وہ صحت، عافیت اور فارغ البالی میں زیادہ دعا کرے'']۔

ب: امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَآءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ.'' [2]

[''خوش حالی میں اُن (یعنی اللہ تعالیٰ) سے شناسائی پیدا کرو، [3] شدید سختی (کے زمانے) میں وہ تجھے پہچان [4] لیں گے'']۔

ربّ کریم آسودگی میں اپنے سے تعلّق استوار کرنے کی ہم سب کو اور ہماری نسلوں کو توفیق عطا فرمادیں۔ آمین يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ.

۴: دعاؤں کے ثمرات کے بارے میں مایوس نہ ہونا:

رکاوٹوں سے خالی قبول ہونے والی دعائیں درجِ ذیل تین میں سے ایک نتیجہ

---

[1] جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة، رقم الحديث ۳۶۰۶، ۹/۲۲۹؛ و المستدرك على الصحيحين، كتاب الدعآء، ۱/۵٤٤. **الفاظِ حدیث** جامع الترمذي کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن]، امام حاکم نے [صحيح الإسناد]، **حافظ** ذہبی نے [صحیح] اور شیخ البانی نے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۹/۲۲۹؛ و المستدرك ۱/۵٤٤؛ و التلخيص ۱/۵٤٤؛ و صحيح سنن الترمذي ۳/۱٤۰).

[2] المسند، جزء من رقم الحديث ۲۸۰۳، ۵/۱۸-۱۹. شیخ ارناؤوط اور اُن کے رفقاء نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۵/۱۹). **نیز ملاحظہ ہو:** هامش المسند للشيخ أحمد شاكر ٤/۲۸٦-۲۸۹. انہوں نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے)۔

[3] (تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَآءِ) یعنی تم ان کی فرماں برداری کے ساتھ چمٹنے اور نافرمانی سے بچنے کے ذریعہ اُن سے محبت کرو۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند للشيخ ارناؤوط ۵/۲۰).

[4] (يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ): یعنی شدید سختی کے زمانے میں وہ تمہاری مدد فرمائیں گے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۵/۲۰).

ضرور حاصل کرتی ہے:

i: دعا کا فوری نتیجہ میسر آنا

ii: دعا کی وجہ سے آنے والی مصیبت کا دُور ہونا

iii: دعا کے نتیجے کا آخرت میں محفوظ کیا جانا [1]

اگر رزق کے لیے دعائیں رکاوٹوں سے خالی ہوں، اُن کی قبولیت کے اسباب موجود ہوں، مگر پھر بھی اُن کا فوری نتیجہ نظر نہ آئے، تو دعا کرنے والا مایوس اور بددل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، کہ اُس کی اُن دعاؤں کی وجہ سے وہ آنے والی کتنی مصیبتوں سے محفوظ کیا جا رہا ہے اور اس کے لیے اُن دعاؤں کی بدولت آخرت میں کتنے ذخائر اور خزانے جمع کیے جا رہے ہیں۔ وہ دلجمعی، توجہ، دھیان، اہتمام اور شوق و ذوق سے دعائیں جاری رکھے، اس کا سودا خسارے کا نہیں، بلکہ توفیقِ الٰہی سے سراسر خیر وسعادت اور برکت و رحمت کا ہے۔

ربِّ کریم ہمیں زیادہ سے زیادہ دعائیں کرنے اور مذکورہ بالا تینوں ثمرات بہت زیادہ حاصل کرنے والے خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمائیں۔ إِنَّهُ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ .

[1] ملاحظہ ہو: ''اذکارِ نافعہ'' ص ۱۸۲-۱۸۳۔

مراجع ومصادر

١ "بدائع التفسير الجامع لما فسّره الإمام ابن قيم الجوزية"، ط: دار ابن الجوزي الدمام، الطبعة الثانية ١٤٢١هـ، بجمع و تخريج ا. يسري السيد محمد و ا. صالح أحمد الشامي.

٢ "تحفة الأحوذي" شرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبدالرحمٰن المباركفوري، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولٰى ١٤١٠هـ.

٣ "الترغيب و الترهيب من الحديث الشريف" للحافظ المنذري، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠١هـ، بتعليق الشيخ مصطفٰى محمد عمارة.

٤ "تفسير البحر المحيط" للعلامة أبي حيّان الأندلسي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولٰى ١٤١٣هـ.

٥ "تفسير البيضاوي" للقاضي البيضاوي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولٰى ١٤٠٨هـ.

٦ "تفسير التحرير و التنوير" للشيخ ابن عاشور، ط: الدار التونسية للنشر تونس، سنة الطبع ١٩٨٤م.

٧ "تفسير السعدي" للشيخ عبد الرحمٰن السعدي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولٰى ١٤٢٣هـ، بتحقيق الشيخ عبد الرحمٰن اللويحق.

٨ "تفسير أبي السعود" للقاضي أبي السعود، ط: دار إحياء التراث العربي ببيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٩ "التفسير القيِّم" للإمام ابن القيِّم، ط: دار الفكر بيروت، سنة الطبع ١٤٠٨هـ، بجمع الشيخ محمد أويس الندوي؛ و بتحقيق الشيخ محمد حامد الفقي.

١٠ "تفسير ابن كثير" للحافظ ابن كثير، ط: دار الفيحاء دمشق؛ ودار السلام الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ، بتقديم الشيخ عبد القادر الأرناؤوط.

١١ "التلخيص" "المطبوع بذيل "المستدرك على الصحيحين" للحافظ الذهبي، الناشر: دار الكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

١٢ "جامع الترمذي" المطبوع مع تحفة الأحوذي، للإمام الترمذي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

١٣ "روح المعاني" للعلامة الألوسي، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٥هـ.

١٤ "السنن" للإمام ابن ماجه، دار الصديق الجبيل، الطبعة الأولى ١٤٣١هـ، بتحقيق ا. عصام موسىٰ هادي. [أوط: بتحقيق ا. د. محمد مصطفى الأعظمي، الطبعة الثانية ١٤٠٤هـ].

١٥ "سنن أبي داود" المطبوع مع عون المعبود، للإمام أبي داود السجستاني، ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٩هـ.

١٦ "سنن النسائي" المطبوع مع شرح السيوطي و حاشية السندي، للإمام النسائي ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الأولى ١٣٤٨هـ.

١٧ "شرح الطيبي على مشكاة المصابيح" للعلّامة الطيبي، ط: مكتبة نزار مصطفىٰ الباز مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ، بتحقيق د. عبدالحميد هنداوي.

١٨ "صحيح البخاري" المطبوع مع فتح الباري، للإمام البخاري، نشر و توزيع: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد

الرياض، بدون الطبعة وسنة الطبع .

١٩ "صحيح الترغيب و الترهيب" تحقيق الشيخ الألباني، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الثالثة ١٤٠٩هـ.

٢٠ "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ الألباني، الناشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ.

٢١ "صحيح سنن أبي داود" صحّح أحاديثه الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠١هـ بإشراف الشيخ الشاويش .

٢٢ "صحيح سنن النسائي" صحّح أحاديثه الشيخ الألباني، الناشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الثالثة ١٤٠٨هـ.

٢٣ "صحيح مسلم" للإمام مسلم، نشر و توزيع: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية و الإفتاء والدعوة والإرشاد الرياض، سنة الطبع ١٤٠٠هـ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي .

٢٤ "فتح الباري شرح صحيح البخاري" للحافظ ابن حجر، نشر وتوزيع: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد الرياض، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٢٥ "فتح القدير" للعلامة الشوكاني، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق ا. سعيد محمد اللحّام .

٢٦ "فيض القدير شرح الجامع الصغير" للعلامة محمد المدعوّ بـ عبد الرؤوف المناوي، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٢٧ "الكشّاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل" للعلامة

الزمخشري، ط: دار المعرفة بيروت، بدون سنة الطبع والطبعة.

٢٨ "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" للحافظ الهيثمي، ط: دار الكتاب العربي بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٢هـ.

٢٩ "مختار الصحاح" للعلامة محمد بن أبي بكر الرازي، نشر: المركز العربي للثقافة و العلوم بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع، بتحقيق السيدة سمير خلف الموالي.

٣٠ "مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح" للعلامة ملا علي القاري، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق ا. صدقي محمد جميل العطّار.

٣١ "المستدرك على الصحيحين" للإمام الحاكم، ط: دار الكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٣٢ "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولٰى ١٤١٧هـ؛ بتحقيق الشيخ الأرناؤوط و رفقائه.

٣٣ "مسند أبي يعلٰى الموصلي" للإمام أحمد بن علي بن المثنّٰى التميمي، ط: دار المأمون دمشق، الطبعة الأولٰى ١٤٠٤هـ، بتحقيق ا. حسين سليم أسد.

٣٤ "المعجم الوسيط "للدكتور إبراهيم أنيس و رفقائه، ط علٰى نفقة: إدارة إحياء التراث الإسلامي بدولة قطر، سنة الطبع ١٩٨٣م، بعناية الشيخ عبدالله بن إبراهيم الأنصارى.

٣٥ "المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم" للحافظ أبي العباس أحمد القرطبي، ط: دار ابن كثير؛ ودارالكلم الطيب دمشق بيروت، الطبعة الأولٰى ١٤١٧هـ، بتحقيق الشيخ محي الدين ديب مستو ورفقائه.

٣٦ "نتائج الأفكار في تخريج أحاديث الأذكار "للحافظ ابن حجر، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ، بتخريج ا. محمد على سمك.

٣٧ "نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر" للحافظ ابن حجر، ط: قرآن محل كراتشي، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٣٨ "النهاية في غريب الحديث و الأثر" للإمام ابن الأثير، الناشر: المكتبة الإسلامية بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع، بتحقيق الأستاذين طاهر أحمد الزاوي، و د. محمود محمد الطناجي.

٣٩ "هامش السنن لابن ماجه" للشيخ عصام موسىٰ هادي، ط: دار الصديق الجبيل، الطبعة الأولى ١٤٣١هـ.

٤٠ "هامش صحيح مسلم" للشيخ محمد فؤاد عبدالباقي، نشر و توزيع: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية و الإفتاء و الدعوة و الإرشاد الرياض، سنة الطبع ١٤٠٠هـ.

٤١ "هامش المسند" للشيخ أحمد محمد شاكر، ط: دار المعارف بمصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ.

٤٢ "هامش المسند" للشيخ الأرناؤوط و رفقائه، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٧هـ.

اردو کتابیں:

۱۔ ''آیت الکرسی کے فضائل وتفسیر'' فضل الٰہی دارالنوراسلام آباد اشاعت ۲۰۱۴ء

۲۔ ''اذکار نافعہ'' فضل الٰہی دارالنوراسلام آباد اشاعت ستمبر ۲۰۱۴ء

۳۔ ''تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن''، ڈاکٹر محمد لقمان سلفی، دارالداعی الریاض باردوم ۲۰۱۰ء۔

مؤلف کی کتب

عربی کتب:

١ـ التقوٰی أهميتها و ثمرتها و أسبابها

٢ـ الأذكار النافعة

٣ـ فضل آية الكرسي و تفسيرها

٤ـ إبراهيم عليه السلام أبًا

٥ـ حب النبي ﷺ و علاماته

٦ـ وسائل حب النبي ﷺ

٧ـ مختصر حب النبي ﷺ و علاماته

٨ـ النبي الكريم ﷺ معلمًا

٩ـ أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص و سير الصالحين)

١٠ـ من تصلي عليهم الملائكة و من تلعنهم

١١ـ فضل الدعوة إلى اللّٰه تعالٰی

١٢ـ ركائز الدعوة إلى اللّٰه تعالٰی

١٣ـ الحرص علٰی هداية الناس (في ضوء النصوص و سير الصالحين)

١٤ـ السلوك و أثره في الدعوة إلى اللّٰه تعالٰی

١٥ـ من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (في ضوء الكتاب و السنة)

١٦ـ من صفات الداعية: اللين و الرفق

١٧ـ الحسبة: تعريفها و مشروعيتها و وجوبها

١٨ـ الحسبة في العصر النبوي و عصر الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم

۱۹۔ شبهات حول الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر

۲۰۔ مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر (في ضوء النصوص و سير الصالحين

۲۱۔ حکم الإنكار في مسائل الخلاف

۲۲۔ الاحتساب على الوالدين: مشروعيته، و درجاته، و آدابه

۲۳۔ الاحتساب على الأطفال

۲٤۔ قصة بعث أبي بكر جيش أسامة رضي الله عنهما (دراسة دعوية)

۲۵۔ مفاتيح الرزق (في ضوء الكتاب و السنة)

۲٦۔ التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي

۲۷۔ التدابير الواقية من الربا في الإسلامي

۲۸۔ شناعة الكذب و أنواعه

۲۹۔ لا تيئسوا من روح الله

۳۰۔ عظيم منزلة البنت و مكانتها

اردو کتب:

۱۔ تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم

۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کی علامتیں

۸۔ بیٹی کی شان وعظمت

۹۔ فرشتوں کا دُرود پانے والے اور لعنت پانے والے
۱۰۔ قرض کے فضائل و مسائل
۱۱۔ فضائلِ دعوت
۱۲۔ دعوتِ دین کس چیز کی طرف دی جائے؟
۱۳۔ دعوتِ دین کیسے دیں؟
۱۴۔ دعوتِ دین کون دے؟
۱۵۔ دعوتِ دین کہاں دیں؟
۱۶۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری
۱۷۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت
۱۸۔ والدین کا احتساب
۱۹۔ بچوں کا احتساب
۲۰۔ مسائلِ قربانی
۲۱۔ مسائلِ عیدین
۲۲۔ لشکرِ اُسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی
۲۳۔ رزق کی کنجیاں
۲۴۔ جھوٹ کی سنگینی اور اقسام
۲۵۔ حج و عمرہ کی آسانیاں
۲۶۔ حج و عمرہ کی آسانیاں (مختصر)
۲۷۔ باجماعت نماز کی اہمیت
۲۸۔ باجماعت نماز کی اہمیت (مختصر
۲۹۔ آیت الکرسی کے فضائل اور تفسیر
۳۰۔ زنا کی سنگینی اور اس کے برے اثرات

۳۱۔ رزق اور اس کی دُعائیں

۳۲۔ دعوتِ دین کس وقت دیں؟ (زیرِ طبع)

۳۳۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں (زیرِ طبع)

۳۴۔ زنا سے بچاؤ کی تدبیریں (زیرِ طبع)

دیگر زبانوں میں:

بنگالی:

۱۔ اذکارِ نافعہ

۲۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۳۔ باجماعت نماز کی اہمیت

۴۔ حج وعمرہ کی آسانیاں (مختصر)

۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے

۶۔ بیٹی کی شان وعظمت

۷۔ رزق کی کنجیاں

۸۔ فضائلِ دعوت

۹۔ آیت الکرسی کے فضائل اور تفسیر

۱۰۔ لا تیئسوا من روح اللہ

انڈونیشی:

۱۔ اذکارِ نافعہ

۲۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۳۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)

۴۔ رزق کی کنجیاں

۵۔ فرشتوں کا دُرود پانے والے اور لعنت پانے والے

۶۔ لا تیئسوا من روح اللّٰہ

فرانسیسی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)

انگریزی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۲۔ لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی

۳۔ بیٹی کی شان وعظمت

۴۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری (زیرِ طبع)

۵۔ زنا کی سنگینی اور اس کے بُرے اثرات (زیرِ طبع)

فارسی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

مصنف کے تیار کردہ پوسٹر

۱۔ دعا کی شان وعظمت

۲۔ قبولیتِ دعا کے اسباب

۳۔ مرادیں پورا کروانے والی دعا

۴۔ پریشانی کو راحت سے بدلنے والی دُعا

۵۔ اولاد کے لیے چودہ دُعائیں

۶۔ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے فوائد اور نافرمانی کے نقصانات

۷۔ نبی کریم ﷺ کا قُرب دلوانے والے اعمال

۸۔ رزق کی کنجیاں

۹۔ چار مفید اور تین نقصان والے کام

اس کتاب کے موضوعات

- کائنات کے تمام خزانوں کے تنہا مالک و مختار اللہ تعالیٰ
- صرف اللہ تعالیٰ کا رازق ہونا
- اللہ تعالیٰ کا کائنات کی ہر چیز کا رازق ہونا
- رزق میں وسعت اور تنگی کا فقط مشیئتِ الٰہی سے ہونا
- اکیلے ربِ ذوالجلال سے رزق طلب کرنا
- طلبِ رزق کے لیے چھبیس (26) ثابت شدہ دعائیں

چار تنبیہات

(I) حصولِ رزق کے لیے ذمہ داری پوری کرنا

(II) دعاؤں کی قبولیت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا

(III) قبولیتِ دعا کے اسباب کا اہتمام کرنا

(IV) دعاؤں کے ثمرات کے بارے میں مایوس نہ ہونا

دارُالنُّور، اسلام آباد
0333-5139853
0321-5336844